تکافل

انشورنس کا اسلامی طریقہ

تالیف
ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی
استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

ادارہ اسلامیات
کراچی — لاہور

Scanned by CamScanner

تکافل

انشورنس کا اسلامی طریقہ

ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی
استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

ادارہ اسلامیات
کراچی - لاہور

Scanned by CamScanner

دعاگو و طالب دعا

پی ڈی ایف تیار کنندہ

محمد سعد

پاک قطر فیملی تکافل لیمیٹڈ

رابطہ: 0300-3026001

0321-3010096

۱۴ ستمبر ۲۰۱۹، ۱۴ محرم الحرام ۱۴۴۱

Scanned by CamScanner

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

کتاب: تکافل انشورنس کا اسلامی طریقہ

مؤلف: ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی

باہتمام: اشرف برادران سلمہم الرحمٰن

ناشر: ادارہ اسلامیات کراچی۔لاہور

کمپوزنگ: طلحہ کمپیوٹر کمپوزنگ. 0321-2716614

طبع دوم: ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ، اپریل ۲۰۰۹ء

پبلشرز بک سیلرز ایکسپورٹرز

☆ادارہ اسلامیات موہن روڈ، چوک اردو بازار کراچی فون: ۲۷۲۲۴۰۱

☆ادارہ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان فون: ۷۵۳۲۵۵

☆ادارہ اسلامیات دینا ناتھ منشن مال روڈ، لاہور فون: ۷۳۲۴۴۱۲

ملنے کے پتے:۔

ادارۃ المعارف: ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۷۵۱۸۰

مکتبہ ادارۃ المعارف: ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۷۵۱۸۰

مکتبہ دارالعلوم: جامعہ دارالعلوم کراچی ۷۵۱۸۰

دارالاشاعت: ایم اے جناح روڈ کراچی

بیت القرآن: اردو بازار کراچی

بیت الکتب: نزد اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی

بیت العلوم: ۲۶ نابھہ روڈ لاہور

ادارہ تالیفات اشرفیہ: بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر

ادارہ تالیفات اشرفیہ: جامع مسجد تھانوالی ہارون آباد بہاولنگر

Scanned by CamScanner

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین
۷	انتساب
۹	رائے گرامی حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم
۱۱	رائے گرامی حضرت مولانا خلیل احمد اعظمی صاحب مدظلہ
۱۵	عرضِ مؤلف
۱۸	حصہ اوّل: انشورنس
۱۹	انشورنس
۱۹	بیمہ (Insurance) کی حقیقت
۲۴	انشورنس کی تاریخ
۲۵	بیمہ جدید شکل میں
۲۷	انشورنس کا شرعی حکم ۔ علماء کرام کی آراء
۲۹	ربا
۳۰	سوال
۳۰	جواب
۳۲	سود در سود
۳۳	قمار (Gambling)
۳۵	سوال
۳۶	جواب
۳۶	سوال
۳۷	جواب
۳۹	سوال
۳۹	جواب
۴۱	قمار کی حرمت
۴۲	غرر
۴۴	غرر کا جائزہ

Scanned by CamScanner

غرر کے حوالے سے پائے جانے والے شبہات ۵۲
پہلا شبہ: انشورنس میں غرر کا پایا جانا نقصان دہ نہیں ۵۲
جواب ۵۲
دوسرا شبہ: انشورنس میں پایا جانا غرر ''غرر یسیر'' ہے ۵۳
جواب ۵۳
تیسرا شبہ: یہ غرر محض اتفاقی نہیں ہوتا ۵۵
جواب ۵۵
چوتھا شبہ: بیمہ دار کی جانب سے بھی غرر موجود نہیں ۵۶
جواب ۵۶
پانچواں شبہ: انشورنس کا غرر مضاربت اور مزارعت جیسا ہے ۵۸
جواب ۵۹
اسلامی فقہ اکیڈمی کی قرارداد ۶۱
غرر کی خرابی بالاتفاق ہے ۶۲
انشورنس میں پائی جانے والی چوتھی خرابی ۶۳
ری انشورنس (Re-Insurance) ۶۴
انشورنس کمپنیوں کے شائع کردہ پمفلٹ کا جائزہ ۶۵
اس پمفلٹ پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا تبصرہ ۶۵
وضاحتِ تبصرہ ۶۹
رسالہ ''بیمہ کی اسلامی حیثیت'' کا شرعی جائزہ ۷۳
ذکر کردہ حدیث اور استدلال ۷۶
انشورنس کا حکم جاننے سے متعلق اصولی بات ۷۸
کیا مروجہ انشورنس کو ضرورت یا حاجت کی وجہ سے جائز کہا جاسکتا ہے؟ ۷۹
حصہ دوم: تکافل ۸۵
شرعی متبادل: تکافل ۸۷
انشورنس کا پہلا نظریہ ۸۷
انشورنس کا دوسرا نظریہ ۸۷
کیا شرعی متبادل کمرشل بنیادوں پر ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ۹۳
دو متبادل ۹۴

Scanned by CamScanner

پہلا متبادل: وقف کی بنیاد پر ۹۵
تعارف ۹۵
وقفِ شخص قانونی (Juristic Person) ہے ۹۵
ایک سوال اور اس کا جواب ۱۰۱
بنیادی خاکہ ۱۰۷
طریقہ کار ۱۰۸
۱۔ کمپنی کا قیام ۱۰۸
۲۔ وقف ڈیڈ: (Waqf Deed) ۱۰۹
۳۔ وجود میں آنے والے عقود (Contracts) ۱۱۰
تکافل کے معاملات (Contracts) کا تفصیلی جائزہ ۱۱۳
پہلا معاملہ ۱۱۳
ایک اشکال اور اس کا جواب ۱۱۵
دوسرا معاملہ ۱۱۶
تیسرا اور چوتھا عقد ۱۱۷
۴۔ کلیمز (Claims) کی ادائیگی ۱۱۸
۵۔ تحلیلِ وقف (Dissolving of Waqf) ۱۲۰
کمرشل انشورنس کی خرابیاں کس طرح دور کی گئیں ۱۲۰
تکافل کمپنی کا ورکنگ ماڈل ۱۲۲
فیملی تکافل (Family Takaful) پلان ۱۲۳
کمپنی ماڈل (Company Model) ۱۲۳
تین صورتیں ۱۲۵
پہلی صورت ۱۲۵
دوسری صورت ۱۲۶
تیسری صورت ۱۲۶
مذکورہ ماڈل کی ایک ترمیم ۱۲۷
جنرل تکافل (General Model) ماڈل ۱۲۸
Appendixes ۱۲۹
وکالہ + وقف اور مضاربہ + وقف مال ۱۳۵

Scanned by CamScanner

دوسرا متبادل: تبرع کی بنیاد پر ۱۳۵
ری تکافل (Re-Takaful) ۱۳۷
مروجہ انشورنس اور تکافل میں بنیادی فروق ۱۳۹
ضمیمہ نمبر 1 .... ۱۴۳
مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہ کے اشکالات اور ان کے جوابات. ۱۴۳
وضاحت ۱۴۳
اشکالِ اول ۱۴۳
جواب ۱۴۵
اشکالِ دوم ۱۴۹
جواب ۱۴۹
اشکالِ سوم ۱۵۰
جواب ۱۵۰
وضاحت ۱۵۰
اشکالِ چہارم ۱۵۱
جواب ۱۵۱
جواب ۱۵۲
ایک ممکنہ اشکال ۱۵۴
جواب ۱۵۴
اشکالِ پنجم ۱۵۵
جواب ۱۵۵
ضمیمہ نمبر۲ .... ۱۵٦
قرارداد اجلاس متعلقہ تکافل ۱۵٦
ملحوظہ ۱٦۲
ایک اشکال اور اس کا جواب ۱٦۳

Scanned by CamScanner

انتساب

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی **محمد تقی عثمانی مدظلہم** کے نام
جن کی اسلامی بینکاری ہی نہیں تکافل کے حوالے سے بھی علمی کاوشیں محتاجِ بیان نہیں

ے دوست دشمن سب ترے مجذوب قائل ہیں مگر
کوئی قائل ہے زبان سے، کوئی قائل دل میں ہے

Scanned by CamScanner

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم

استاذ الحدیث و نائب مفتی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده تعالیٰ ونصلی علی رسوله الکریم سیدنا محمد وآله وصحبه وازواجه وذریته ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین.

اما بعد !

اسلامی بینکاری کے موضوع پر عزیزِ مکرم مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب استاذِ جامعہ دارالعلوم کراچی کی کئی کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر بحمد للہ اس موضوع کے شائقین کے لئے مفید ثابت ہوچکی ہیں جیسے

۱۔ اسلامی بینکاری۔ ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

۲۔ اسلامی بینکاری اور غرر

۳۔ اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریقہ کار

۴۔ اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ

اب ان کی نئی تصنیف جو کہ انشورنس اور اس کے متبادل تکافل کے عملی طریق کار سے متعلق ہے، طباعت کے لئے تیار ہے، انہوں نے ازراہِ محبت یہ کتاب مجھے بھی مطالعہ کے لئے دی، اس کتاب میں انہوں نے انشورنس کی ضرورت اور اس کے پس منظر پر روشنی ڈالنے کے بعد رائج انشورنس کی وہ بنیادی خرابیاں تفصیل سے بیان کی ہیں جن کی بناء پر اسے شرعاً ناجائز کہا جاتا ہے

Scanned by CamScanner

اورانشورنس کے حامی یا انشورنس ایجنٹ انشورنس کے جواز پر جو دلائل دیتے ہیں انہیں بیان کر کے ان کا واضح جواب تحریر کیا ہے۔

رائج سرمایہ دارانہ انشورنس کی خرابیاں واضح کرنے کے بعد موصوف نے اس کا متبادل شرعی طریق کار ''تکافل'' کا نظام تفصیل سے بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ تکافل کا یہ نظام تبرع یا وقف کی بنیاد پر کیسے قائم کیا گیا ہے اور اس میں شرعی اصولوں کو ملحوظ رکھنے کی وجہ سے سرمایہ دارانہ نظام کی خرابیوں کو کس طریقہ سے دور کیا ہے۔ موصوف نے اس حصہ میں بھی ہر بات کی مکمل تشریح کے ساتھ ذہن میں اٹھنے والے سوالات کا مکمل جواب دیا ہے۔

انشورنس کی خرابیوں کو جاننے اور اس کے متبادل شرعی نظام ''تکافل'' کے عملی طریق کار کو سمجھنے کے لئے شاید اس سے آسان کتاب کوئی اور نہ ہوگی۔

امید ہے کہ یہ کتاب وقت کی ایک ضرورت کو پورا کریگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور ان کی لکھی ہوئی کتابیں مقبولِ عام ثابت ہوں۔ آمین

محمود اشرف غفر اللہ لہ

جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۸۔۱۱۔۱۴۲۸ھ

Scanned by CamScanner

رائے گرامی
حضرت مولانا خلیل احمد اعظمی صاحب مدظلہ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على خير خلقه محمد وعلىٰ آله واصحابه اجمعين

امابعد!

اس وقت پوری دنیا کا معاشی نظام جن ستونوں پر قائم ہے ان میں سے ایک بنیادی ستون انشورنس بھی ہے، بین الاقوامی تجارت میں خاص طور پر اور ملکی تجارت میں عمومی طور پر اس سے کسی نہ کسی درجہ میں واسطہ پڑتا ہے اور اب تو بہت سے ممالک میں لائف انشورنس کی بہت سی صورتیں قانونی طور پر ہر شہری کے لئے لازمی بھی ہیں، اسلئے کافی عرصہ سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ انشورنس کے مروجہ نظام پر غور کرکے اس کی شرعی خرابیوں کی نشاندہی کی جائے اور ان خرابیوں کو دور کرکے متبادل ایسا نظام پیش کیا جائے جو شریعت کے اصولوں کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ قابل عمل بھی ہو اور اس سے انشورنس کا بنیادی مقصد (جو کہ اصولی طور پر غلط بھی نہیں ہے) بھی حاصل ہو سکے۔

جہاں تک انشورنس کا شرعی جائزہ لینے کا تعلق ہے الحمد للہ ہمارے اکابر

☆ استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی، شریعہ ایڈوائزر بینک الفلاح اسلامک بینکنگ، ممبر شریعہ بورڈ تکافل پاکستان لمٹیڈ و الفلاح GHP اسلامک فنڈ

Scanned by CamScanner

نے بڑی باریک بینی اور دقیقہ رسی کے ساتھ اس پر گفتگو کی ہے، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''بیمۂ زندگی'' اس پر شاہد ہے، حضرت نے مدلل انداز میں انشورنس میں پائی جانے والی خرابیوں کا جائزہ لیا ہے اور اس کے متبادل کا تصور بھی پیش کیا ہے۔

البتہ انشورس کے متبادل کی عملی شکل عرصۂ دراز سے تشنۂ تکمیل تھی، عرب علماء اور ملائیشیا کے مذہبی اسکالرز نے تبرع کی بنیاد پر تکافل کے نام سے انشورنس کا متبادل کافی عرصہ پہلے پیش کیا تھا جسے بہتری کی طرف ایک قدم تو کہا جاسکتا تھا لیکن شرعی نقطۂ نظر سے اطمینان بخش کہنا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بھی استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کے حصہ میں رکھی تھی، آپ نے آج سے چند سال قبل دارالعلوم کراچی میں منعقدہ ایک بین الاقوامی سیمینار میں انشورنس کے متبادل کے طور پر وقف کی بنیاد پر تکافل کے نظام کا خاکہ پیش کیا جسے اہل علم کے ہاں بڑی پذیرائی ملی، یہ خاکہ کافی حد تک ان اشکالات سے خالی تھا جو عرب ممالک اور ملائیشیا میں رائج تکافل کے طریقۂ کار پر فقہی نقطۂ نظر سے کئے جارہے تھے، حضرت والا کے پیش کردہ خاکہ کی بنیاد پر الحمد للہ سیکورٹی اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان (SECP) نے تکافل کمپنی قائم کرنے کے لئے تکافل قوانین (Rules) وضع کئے اور ان کی بنیاد پر تکافل کمپنی قائم کرنے کی اجازت دی، آج پاکستان میں تین تکافل کمپنیاں اس خاکہ کے مطابق قائم ہوچکی ہیں اور اپنی خدمات پیش کررہی ہیں، مزید کمپنیاں بھی لائسنس کے لئے کوشش کررہی ہیں۔

اس تناظر میں اب شدت سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ عوام

Scanned by CamScanner

الناس اور اہل علم کے سامنے مروجہ انشورنس کا نظام لایا جائے ، اس کی خرابیوں کی نشاندہی کی جائے ، اس کے متبادل کے طور پر تکافل کا جو نظام پاکستان میں رائج ہورہا ہے اس کے خدوخال سمجھے جائیں ، اس کی فقہی تکییف پر گفتگو کی جائے اور ایک کمپنی کے طور پر اس کی عملی تطبیق اور فنی پیچیدگیوں پر بحث کی جائے ، تاکہ اہل علم بصیرت کے ساتھ اس پر غور وفکر کرسکیں اور اس میں شرعی نقطۂ نظر سے مزید بہتری لائی جاسکے ، نیز عوام الناس انشورنس میں ابتلاء کی صورت میں اس کے متبادل تکافل کو اختیار کر کے حرام اور صریح معصیت سے بچ سکیں ، اور جو لوگ ان تکافل کمپنیوں میں کام کر رہے ہیں انہیں بھی تکافل کی حقیقت معلوم ہوسکے تاکہ وہ اس نظام کی حقیقت سمجھ کر اسے انشورنس کی جگہ زیادہ سے زیادہ رائج کرسکیں ۔

برادرم مولانا ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے سلاستِ بیان اور سرعتِ قلم کی دولت سے خوب نوازا ہے ، آپ مشکل سے مشکل موضوع کو عام فہم انداز میں پیش کرنے کا خاص ملکہ رکھتے ہیں جس پر ان کی دیگر تالیفات شاہد ہیں ، آپ نے اس ضرورت کا بروقت ادراک کیا اور تکافل کے موضوع پر یہ عام فہم کتاب بڑی محنت سے تیار کی ، اس میں کافی تفصیل کے ساتھ مروجہ انشورنس کے نظام کا شرعی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا اور اس کے ناجائز ہونے کی وجوہات پر تفصیل سے کلام کیا ، انشورنس کمپنی والوں کی طرف سے انشورنس کے مروجہ نظام کے جواز پر جو دلائل دیئے جاتے ہیں اور علماء کرام کی بیان کردہ خامیوں پر جو شبہات پیش کئے جاتے ہیں ان کا احسن انداز میں حکمت کے ساتھ جواب دیا اور وقف کی بنیاد پر تکافل کے نظام کا عملی خاکہ بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے ۔

یہ اپنے حسنِ ظن کی وجہ سے اس کتاب کا مسودہ احقر کو دکھاتے رہے ۔

Scanned by CamScanner

اپنے اکابر کی نسبت، تکافل پاکستان کے ساتھ وابستگی اور مختلف جگہوں پر یہ موضوع پڑھانے کی وجہ سے جو کچھ تھوڑا بہت تجربہ اب تک احقر کو حاصل ہوسکا اس کی روشنی میں جو کچھ ترمیمات کتاب کی ترتیب اور مواد کے حوالہ سے ان کی خدمت میں پیش کیں انہوں نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بخوشی وہ قبول کیں۔ فجزاہ الله أحسن الجزاء.

الحمدللہ یہ کتاب اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انتہائی مؤثر اور مثبت قدم ہے، تاہم تکافل کی عملی تطبیق اور فنی لحاظ سے اس پر گفتگو کی ضرورت اب بھی باقی ہے جو حضرات اس شعبہ سے وابستہ ہیں، انہیں چاہئے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے عملی اقدام کریں۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، مؤلفِ کتاب اور جن حضرات نے اس میں کسی بھی طرح حصہ لیا ہے ان کیلئے صدقۂ جاریہ بنائیں۔ آمین

بندہ
خلیل احمد اعظمی
جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۸/ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ
۸/ دسمبر ۲۰۰۷ء بروز شنبہ

Scanned by CamScanner

عرضِ مؤلف

اس میں کیا شک ہے کہ مستقبل میں ممکنہ طور پر پیش آنے والے خطرات سے بچاؤ کی تدابیر کرنا ایک مستحسن اقدام ہے، اسلام ایسے اقدامات کو نہ صرف جائز سمجھتا ہے بلکہ بسااوقات اس کی ترغیب بھی دیتا ہے چنانچہ وہ صحابی جنہوں نے اپنا اونٹ کھلا چھوڑ کر یہ عرض کیا کہ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اونٹ کو رسی سے باندھو اور پھر اللہ پر بھروسہ کرو''

اس حدیثِ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے گم ہونے کے خطرے کے ازالے کے لئے حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا۔

اسی طرح اپنی اولاد کا مستقبل بنانے کے لئے تدابیر کرنا بھی اسلام میں ہرگز ممنوع نہیں بلکہ ایک پسندیدہ فعل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے ایک مرتبہ فرمایا:

''تم اپنی اولاد کو تونگری کی حالت میں چھوڑو یہ بہتر ہے اس سے کہ انہیں ناداری کی حالت میں چھوڑو، درآنحالیکہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں''۔

خلاصہ یہ کہ جھگڑا اس میں نہیں کہ جن مقاصد کے لئے انشورنس کا نظام قائم کیا گیا ہے، ان مقاصد کا حصول اسلام میں جائز ہے یا ناجائز، اسلئے کہ ان مقاصد کے حصول کا جائز بلکہ پسندیدہ ہونا ایک ایسی واضح حقیقت ہے کہ اس کا انکار ممکن نہیں ۔ بحث تو یہ ہے کہ کیا ان مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے ہر جائز وناجائز قدم اٹھانا درست ہے یا اس کی کچھ حدود ہونی چاہئیں، اپنا پیٹ تو چور بھی

Scanned by CamScanner

بھرتا ہے اور مزدوری کرنے والا بھی لیکن پہلا ملامت کا مستحق ہوتا ہے اور دوسرا تعریف کا، دونوں میں فرق طریقہ کار کا ہے، مقصد کا نہیں، لہذا معلوم ہوا کہ صرف جائز مقصد کے حصول کا جذبہ کافی نہیں جب تک کہ اس کے حاصل کرنے کے لئے اختیار کیا گیا طریقہ کار شریعت کی حدود میں نہ ہو۔

اسی بات کو واضح کرنے کے لئے یہ کتاب آپ کی خدمت میں حاضر ہے امید ہے کہ یہ کتاب اس حقیقت کو واضح کرنے میں مفید ثابت ہوگی۔

میں ایک بار پھر انہیں دو محسن شخصیات کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جن کے بھرپور علمی تعاون کی بدولت گذشتہ کتابوں کی طرح اس کتاب کی بھی تکمیل ممکن ہوئی، میری مراد استاذِ مکرم حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہم اور برادرِ مکرم مولانا خلیل احمد اعظمی صاحب ہیں اور رہاں، اس مرتبہ صرف استاذِ مکرم ہی کی نہیں بلکہ ان دونوں حضرات کی تقریظ شامل اشاعت ہے۔

دلی دعا ہے کہ اللہ رب العزت اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور اسے عوام وخواص ہر دو کے لئے نافع بنائیں۔ آمین

احقر

اعجاز احمد صمدانی

جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۶/ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

۷/دسمبر ۲۰۰۷ء

Scanned by CamScanner

حصہ اوّل

انشورنس

Scanned by CamScanner

انشورنس

بیمہ (insurance) کی حقیقت

بیمہ دراصل دو اطراف (Parties) کے درمیان ہونے والا ایک ایسا معاملہ ہے جس میں ایک جانب سے کچھ رقم دی جاتی ہے اور دوسری جانب سے اس رقم کے بدلے میں پہلی جانب کو ممکنہ طور پر پیش آنے والے خطرات اور حادثات کی تلافی کرنے کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ بیمہ کو انگریزی میں ''انشورنس'' کہتے ہیں۔ انشورنس انگریزی لفظ Insure سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں ''یقین دہانی کرانا'' بیمہ کو انشورنس اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں انشورنس کمپنی بیمہ کرانے والے کو مستقبل کے بعض خطرات اور بعض نقصانات کی تلافی کی یقین دہانی کراتی ہے۔

انشورنس کو عربی میں ''عقد التامین'' کہا جاتا ہے۔

مصر کے معروف ماہر قانون ڈاکٹر عبدالرزاق السنہوری انشورنس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

التامين عقد يلتزم المؤمن بمقتضاه أن يؤدى إلى المؤمن له أو إلى المستفيد الذى اشترط التامين لصالحهٖ مبلغاً من المال أو إيراداً مرتباً أو أى عوض مالى آخرفى حالة وقوع الحادث أو تحقق الخطر المبين بالعقد وذلك فى نظير قسط أو آية مالية أُخرىٰ يؤديها المؤمن له

Scanned by CamScanner

للمؤمن۔(۱)

یہ ایک ایسا عقد ہے جس کی رو سے تحفظ دینے والے کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس شخص کو جس نے پالیسی خریدی ہے یا وہ شخص جس کی خاطر پالیسی خریدی گئی ہے، کو ایک مخصوص رقم یا طے شدہ منافع یا کوئی دوسرا مالی معاوضہ حادثہ یا معاہدہ میں بیان کردہ نقصان کے پہنچنے کی صورت میں بیمہ دار کو ادا کردہ قسط یا کسی دوسری مالی ادائیگی کی نسبت سے ادا کرے۔

قانون کی معروف لغت بلیکس لاء ڈکشنری (Black's Law Dictionary) میں انشورنس کی ذکر کردہ تعریف کے الفاظ یہ ہیں:

Insurance: A contract whereby, for a stipulated consideration, one party underkaes to compensate the other for loss on a specified subject by specified perils. (2)

ترجمہ: انشورنس ایک ایسا معاملہ ہے جس میں ایک پارٹی مخصوص معاوضے کے بدلے یہ ذمہ داری لیتی ہے کہ وہ

---

(۱) الوسیط فی شرح القانون المدنی، السنھوری (الدکتور عبدالرزاق السنھوری) بیروت، دار إحیاء التراث العربی الطبعة الاولٰی، ۱۹۶٤ء (۷/۱۰۸٤)

(2) Black's law dictionary, Black (Henry campbell black, U.S.A, Westpublishing company, fifth edition, 1979) Page.721.

Scanned by CamScanner

مخصوص خطرات کا ازالہ کرے گی۔

بیمہ کی مذکورہ بالا تعریفات جاننے سے معلوم ہوا کہ عقدِ بیمہ کے اندر ایک شخص جسے بیمہ دار (انشورڈ) کہا جاتا ہے، وہ ایک دوسرے شخص (اور آج کل کمپنی) کے ساتھ یہ معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اسے ایک مخصوص رقم متعین اقساط کی صورت میں ادا کرے گا جس کے بدلے کمپنی یہ ذمہ داری لے گی کہ وہ خود اسے یا اس شخص کو جسے یہ نامزد کرے (Nominee)، کو معاہدہ میں تحریر کردہ نقصان پہنچنے کی صورت میں ایک معین رقم ادا کرے گی۔

آج کل انشورنس کا جو طریقہ کار رائج ہے، اس میں دو پارٹیاں ہوتی ہیں۔

۱۔ انشورر (Insurer) انشورنس کرنے والی کمپنی۔ اِسے عربی میں ''مؤمِّن'' کہا جاتا ہے۔

۲۔ انشورڈ (Insured) وہ شخص جو انشورنس کراتا ہے اسے عربی میں ''مؤمَّن لہٗ'' کہا جاتا ہے۔ اردو میں اسے بیمہ دار کہتے ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ انشورنس کمپنی (انشورر) کے بہت سارے کلائنٹس (Clients) ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے ایک حوض (Pool) (مشترکہ فنڈ) وجود میں آتا ہے لیکن ایک اگریمنٹ میں صرف دو فریق ہوتے ہیں، انشورر (یعنی انشورنس کمپنی) اور انشورڈ۔

انشورنس کمپنی یہ وعدہ کرتی ہے کہ اگر اسے انشورڈ اتنا پریمیم ادا کرے تو وہ اس کے مقابلہ میں اسے اتنی رقم کی پالیسی فراہم کرے گی (یعنی اتنی رقم کی حد تک اس کے نقصانات کا تحفظ فراہم کرے گی) اور انشورڈ اس پالیسی کے بدلے میں پریمیم ادا کرتا ہے، اس طرح ایک خرید وفروخت کا معاملہ (Commutative

(Contract) وجود میں آجاتا ہے، جس میں انشورڈ پریمیم کے بدلے پالیسی خریدتا ہے جبکہ انشورنس کمپنی پالیسی فروخت کرتی ہے۔ مثلاً زید بیس لاکھ روپے کی گاڑی خریدتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کی یہ گاڑی ہر قسم کے نقصانات سے محفوظ رہے اگر وہ حادثے میں تباہ ہو جائے تو اسے اس کے بدلے اس کی قیمت مل جائے تاکہ وہ اس سے نئی گاڑی خرید سکے اور اگر حادثے میں اس کے کسی حصے کو نقصان پہنچے تو اس کی تلافی بھی ہو جائے، اس مقصد کے لئے وہ ایک انشورنس کمپنی کے پاس جاتا ہے وہ کمپنی اسے کہتی ہے کہ اگر آپ پچاس ہزار روپے سالانہ ہمیں ادا کریں تو ہم اس بات کی ضمانت لیتے ہیں کہ ہم آپ کی گاڑی کے ہر قسم کے نقصانات کی تلافی کریں گے، زید کمپنی سے معاملہ کر لیتا ہے گویا وہ کمپنی کو سالانہ پچاس ہزار روپے اس شرط پر دیتا ہے کہ اگر اس کی گاڑی تباہ ہوگئی تو کمپنی اسے بیس لاکھ دے گی یا جتنا نقصان ہوگا کمپنی اسے برداشت کرے گی یہ صورت جنرل انشورنس کی ہے۔

اگر لائف انشورنس ہو تو اس میں کمپنی اپنے ڈاکٹر کے ذریعے بیمہ کرانے والے کا معائنہ کراتی ہے۔ ڈاکٹر اس کی جسمانی حالت دیکھ کر اندازہ لگاتا ہے کہ اگر کوئی ناگہانی آفت پیش نہ آئی تو یہ شخص اتنے سال مثلاً بیس سال تک زندہ رہ سکتا ہے، ڈاکٹری رپورٹ پر کمپنی بیس سال کے لئے اس کی زندگی کا بیمہ کر لیتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیمہ کمپنی بیمہ کرانے والے کے لئے ایک متعینہ رقم مثلاً دس لاکھ روپے مقرر کر دیتی ہے جسے بیمہ دار (انشورڈ) بیس سال میں قسطوں کی صورت میں ادا کرتا ہے جب انشورڈ اتنی مدت تک قسطوں کے ذریعہ دس لاکھ ادا کر دیتا ہے تو بیمہ مکمل ہو جاتا ہے۔

اب اگر بیس سال کی مدت پوری ہونے کے بعد بھی وہ شخص زندہ رہے تو

Scanned by CamScanner

کمپنی اسے دس لاکھ اور کچھ مزید رقم دیتی ہے لیکن اگر وہ مذکورہ مدت سے پہلے فوت ہو جائے خواہ طبعی موت سے یا کسی حادثہ وغیرہ سے تو کمپنی اس کے پسماندگان میں سے جسے وہ نامزد کردے (Nominee) یا اگر نامزد نہ کرے تو اس کے قانونی ورثاء کو پوری رقم مع کچھ زائد رقم ادا کرتی ہے۔

زندگی کا بیمہ تو پورے جسم کا ہوتا ہے لیکن اب انفرادی طور پر مختلف اعضاء کے بیمہ کا رواج بھی ہوگیا ہے۔ مثلاً ہاتھوں کا بیمہ، ٹانگوں کا بیمہ، سر کا بیمہ وغیرہ۔ اس کا طریقۂ کار بھی وہی ہوتا ہے جو زندگی کے بیمہ کا ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

انشورنس کی تاریخ

انشورنس کی حقیقت جاننے کے بعد اب ہم اس کا تاریخی پسِ منظر ذکر کرتے ہیں، انشورنس کی ابتداء کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس کا آغاز سترویں صدی عیسوی میں اٹلی کے تاجرانِ اسلحہ سے ہوا۔ اٹلی کے ان تاجروں نے دیکھا کہ لوگوں کا مالِ تجارت بعض اوقات سمندر میں غرق ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ انتہائی مفلسی اور غربت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بسا اوقات ان کے لئے اپنے ذرائع سے اس مالی نقصان کی تلافی کرنا ممکن نہیں ہوتا، یہ ایک واقعی پریشان کن معاملہ تھا۔ چنانچہ غور و فکر کے بعد اس مشکل کا یہ حل نکالا کہ انہوں نے تمام تاجروں پر یہ بات لازم کی کہ اگر کسی کا مال ہلاک ہو جائے تو تمام تاجر مل کر اس کی معاونت کے طور پر ہر ماہ یا ہر سال ایک متعین رقم ادا کریں۔ یہ طریقہ کار ترقی کر کے جہازوں کے بیمہ کی صورت اختیار کر گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ انشورنس کی ابتداء اندلس کی مسلم حکومت کے دور میں بحری تجارت میں حصہ لینے والے مسلمانوں سے ہوئی۔ اس کی ابتداء بھی بہت سادہ تھی۔ اس کا مقصد صرف یہی تھی کہ جن تاجروں کا سامان سمندر میں ہلاک ہو جاتا ہے، ان کے ساتھ تعاون کی کوئی شکل اختیار کی جائے، چنانچہ تعاون کی بنیاد پر تمام تاجروں سے معینہ رقوم لی جاتیں اور مصیبت زدہ تاجر کی مدد کی جاتی۔ یہ دونوں صورتیں جنرل انشورنس کی ہیں۔

بیمہ زندگی (Life Insurance) کی ابتداء انگلستان سے ہوئی۔ ابتداء

میں تعاون کا دائرہ کار صرف تجہیز و تکفین کے اخراجات تک محدود تھا۔ لیکن بعد میں یہ طریقہ مسلسل ترقی کرتا چلا گیا۔

بیمہ جدید شکل میں:

بیمہ کی مذکورہ تمام صورتیں دراصل تعاونی بیمہ (Co-operative Insurance) کی ابتدائی صورتیں تھیں۔ ان میں سے پہلی دو صورتیں جنرل انشورنس کی جبکہ تیسری صورت لائف انشورنس کی ہے۔ چونکہ یہ طریقہ کار باہمی تعاون کی بنیاد پر عطیات (Donations) کے ذریعہ ہوتا تھا۔ اس لئے اصولی طور پر یہ خلاف شریعت نہ تھا۔

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جوں جوں اس کی ضرورت بڑھتی گئی توں توں یہ معاملہ کاروبار کی شکل اختیار کرتا چلا گیا۔ چنانچہ سرمایہ دار (Capitalist) ذہنیت نے لوگوں کی اس مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اسے باقاعدہ کاروبار کی شکل دے دی۔ جس کی وجہ سے اس میں کئی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ سرمایہ دار نے سمندر کے ذریعے مالِ تجارت منگوانے والے تاجروں کے نقصانات کا اندازہ لگایا اور اس نقصان کو اُس نے تمام تاجروں کے اموالِ تجارت پر تقسیم کیا، پھر اس میں اپنا نفع شامل کر کے اس نے حساب لگایا کہ ایک تاجر سے کتنے فیصد رقم وصول کی جائے کہ وہ خود بھی نفع میں رہے اور تاجروں سے حاصل شدہ رقم سے ان کے ممکنہ نقصانات کی تلافی بھی ہوتی رہے۔

یہ حساب لگا کر اُس نے تاجروں سے کہا کہ اگر آپ سمندر کے ذریعے منگوائے جانے والے ہر سامان کی مالیت پر اتنے فیصد پریمیم ادا کریں تو میں آپ کے

Scanned by CamScanner

ہلاک ہونے والے سامان کے نقصان کی تلافی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ صورت عقد معاوضہ (Commutative Contract) کی ہے۔ یہ بیمہ کی ترقی یافتہ صورت ہے، اسے سرمایہ دارانہ نظامِ بیمہ (Capital Form of Insurance) بھی کہتے ہیں۔ اس وقت انشورنس کی جتنی صورتیں رائج ہیں ان کے پیچھے یہی کاروباری ذہنیت کارفرما ہے۔

Scanned by CamScanner

انشورنس کا شرعی حکم۔علماء کرام کی آراء

انشورنس کے ذکر کردہ تاریخی جائزے سے معلوم ہوا کہ انشورنس کا آغاز تو باہمی تعاون (Mutual Co-operation) پر ہوا تھا۔لیکن آہستہ آہستہ اس میں تبدیلی آتی گئی، یہاں تک کہ یہ ایک عقدِ معاوضہ (Commutative Contract) بن گیا، جس کی وجہ سے اس میں کئی شرعی خرابیاں پیدا ہوگئیں، مشہور مؤرخ استاذ ابوزہرہ لکھتے ہیں:

> اگرچہ انشورنس کی اصلیت تو تعاونِ محض تھی لیکن اس کا انجام بھی اس ادارہ کا سا ہوا جو یہودیوں کے ہاتھ میں پڑا کہ یہودیوں نے اس نظام کو جس کی بنیاد ''تعاون علی البر والتقویٰ'' پر تھی، اسے ایک ایسے یہودی نظام میں تبدیل کردیا جس میں قمار اور ربا دونوں پائے جاتے ہیں۔(۱)

تحقیق وجستجو کے نتیجے میں ابھی تک یہ بات سامنے آئی ہے کہ سب سے پہلے جس فقیہ نے انشورنس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا، وہ ملکِ شام کے معروف عالمِ دین جناب علامہ ابن عابدین شامیؒ ہیں۔ان کے زمانے میں یہ رواج ہوگیا تھا کہ بعض لوگ تاجروں کا سامان سمندر کے راستے سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تو اس سامان کا کرایہ لینے کے علاوہ کچھ مزید متعین رقم بھی لیتے اور اس زائد متعین رقم کے بدلے وہ انہیں ضمانت دیتے کہ اگر کسی تاجر کا مال ہلاک ہوگیا تو رقم

(۱) لواءِ اسلام بحوالہ ماہنامہ ''برہان'' دہلی، شمارہ مارچ ۱۹۶۰ء۔

Scanned by CamScanner

لینے والا اس نقصان کی تلافی کرے گا، اس زائد رقم کو اُس وقت ''سوکرہ'' کہا جاتا تھا۔ علامہ ابن عابدین نے اپنی کتاب ردّالمحتار (المعروف بفتاویٰ شامی) کے اندر اِس صورت کو ذکر کر کے اسے ناجائز قرار دیا۔(۱)

یہ ایک ابتدائی غور وفکر تھا اور ابھی یہ غور وفکر ہو ہی رہا تھا کہ عالم اسلام پر استعماری دور آیا، بیرونی طاقتیں ان پر حملہ آور ہوئیں، جس میں عالم اسلام منتشر ہو گیا اور کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ علماءِ کرام کے ایک دوسرے سے رابطے ٹوٹ گئے اور علمی کاموں پر غور وفکر نچلی سطح پر آ گیا۔ کیونکہ استعماری قوتوں کے آنے سے مسلمانوں کے بقا کی جنگ شروع ہو چکی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ صدی تک مسلمان استعماری قوتوں کے مظالم کی چکّی میں پستے رہے۔ جب یہ قوتیں پیچھے ہٹیں اور دوبارہ عالمِ اسلام کو آزادی ملی تو پھر علمی کاموں کی طرف دوبارہ اجتماعی غور وفکر کا آغاز ہوا۔ دیگر معاملات کی طرح انشورنس پر بھی اجتماعی اور انفرادی سطح پر غور وفکر ہوتا رہا۔ جس کے نتیجہ میں پاک وہند کے تمام علماء جبکہ بقیہ عالمِ اسلام سے بہت بھاری اکثریت اس نتیجہ پر پہنچی کہ مروّجہ انشورنس کا معاملہ درج ذیل تین خرابیوں کی وجہ سے شرعاً ناجائز ہے۔

---

(۱) جرت العادة أنّ التجار إذا استاجروا مركباً مِن حربى يدفعون لهُ اجرتهُ ويدفعون ايضاً مالاً معلوماً لرجل حربى مقيم فى بلادِهِ ويسمى ذلك المال سوكرة علٰى أنّه مهماهلك من المالِ الذّى فى المركب بحرق أوغرق اونهب أوغيرهُ فذلك الرجل ضامن بمقابلة ماياً خذهُ منهم، ولهُ وكيل عنه مستأمن فى دارنا يقيم فى بلادِ السواحل الإسلامية بإذن السلطان يقبض من التجار مال السوكرة، وإذا هلك من مالهم فى البحر شيئى يؤدى ذلك المستامن للتجار بدلهُ تماماً ...... والذى يظهرلى أنّه لايحل للتاجر أخذ بدل الهالك من مالهِ لأنّ هذا التزام مالم يلزم. (شامى ٤/ ١٧٠)

Scanned by CamScanner

۱۔ ربا (Interest)

۲۔ قمار (Gambling)

۳۔ غرر (Uncertainty)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم لکھتے ہیں:

قداتفق معظم العلماء المعاصرين و المجامع والندوات الفقهية علىٰ حرمة التامين التجارى التقليدى لما يشتمل عليه من الغرروالقمار والربا۔(۱)

بلاشبہ عصر حاضر کے اکثر علماء کرام اور فقہی اکیڈمیوں اور مجالس کا کنوینشنل انشورنس کے حرام ہونے پر اتفاق ہے، کیونکہ یہ غرر، قمار اور ربا پر مشتمل ہے۔

ان کے علاوہ بعض معاصر علماء نے ایک اور خرابی بھی ذکر کی۔ وہ ہے ''بیع الکالی بالکالی''۔ بیع الکالی بالکالی اُس بیع (Sale) کو کہتے ہیں جس میں دونوں عوض (Considerations) یعنی مبیع اور ثمن (Subject matter & Price) ادھار ہوں۔

آیئے! جائزہ لیتے ہیں کہ رائج انشورنس کے اندر یہ خرابیاں کس طرح پائی جاتی ہیں۔

ربا:

ربا کی حقیقت یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو کم رقم اس شرط پر دے کہ دوسرا

(۱) تأصيل التأمين التكافلى علىٰ أساس الوقف ص۔۱

Scanned by CamScanner

فریق اُس کے بدلے اُسے بڑھا کر دے گا۔ انشورنس کے اندر کم پریمیم کے بدلے زیادہ رقم کی پالیسی خریدی جاتی ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے کم رقم اس شرط پر دینا کہ اس کے بدلے زیادہ رقم ملے، یہی سود ہے اور بعض مرتبہ انشورنس کمپنی زیادہ رقم لے کر پالیسی ہولڈر کو کم رقم دیتی ہے، یہ بھی سود ہے۔

سوال:

یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے۔ وہ یہ کہ یہ ضروری نہیں کہ انشورنس کے اندر جتنی رقم جمع کرائی جائے اس سے کم یا زیادہ ملے بلکہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ اُسے اتنی ہی رقم ملے جتنا اس نے انشورنس کرایا ہوا ہو، یعنی پریمیم اور کلیم دونوں برابر ہوں۔ تو کیا ایسی صورت کے بارے میں بھی کہا جائے گا کہ اس میں ربا ہے؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ شرعاً کسی معاملے میں ''ربا'' ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بالآخر کم رقم دینے والے کو زیادہ رقم مل جائے بلکہ اگر کوئی معاملہ ایسا ہے کہ اس میں دوسرے فریق کی طرف سے کسی صورت میں بھی زیادہ رقم دینا مشروط (Conditional) ہے تو وہ بھی ''ربا'' میں داخل ہے۔ یا یوں کہئے کہ اگر کسی معاملے کی عملی طور پر کئی صورتیں ہوں اور ان میں کئی صورتیں ایسی بھی ہوسکتی ہوں جس میں ربا کی خرابی لازم آتی ہو تو بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ ربا والا معاملہ ہے۔ لہٰذا یہ پورا معاملہ ناجائز ہے۔

انشورنس کے اندر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یا تو پالیسی ہولڈر کو پریمیم سے زیادہ رقم کا کلیم ملتا ہے (کیونکہ اس کا نقصان اداشدہ پریمیم سے زیادہ ہوتا ہے) اس

Scanned by CamScanner

صورت میں وہ ربا لینے والا جبکہ کمپنی ربا دینے والی ہوتی ہے اور بہت سی صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے اداشدہ پریمیم سے کم رقم وصول کرتا ہے، اس صورت میں کمپنی ربا (Interest) لے رہی ہوتی ہے اور وہ ربا دے رہا ہوتا ہے۔

انشورنس کے اندر مذکورہ بالا دوصورتیں ہی اکثر پائی جاتی ہیں، بہت ہی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر کہیں ہوتا ہے کہ پریمیم اور کلیم دونوں کی مقدار برابر ہو جائے۔ اور چونکہ یہ صورت بہت کمیاب (Rare) ہے، اس لئے اس کا اعتبار نہ ہوگا اس لئے کہ نادر صورتوں پر شریعت کے احکام کا مدار نہیں ہوتا۔ اور اگر ابتداء میں اس صورت کا اعتبار کرلیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کی اکثر صورتوں میں ربا ہے اور بعض صورتوں میں نہیں۔ ایسا معاملہ بھی شریعت کی نظر میں ربا والا معاملہ کہلاتا ہے اور فریقین کو ربا والا معاملہ کرنے کا گناہ ملتا ہے، جیسے کوئی شخص کسی کو ہزار روپے بطور قرض اس شرط پر دے کہ اگر مقروض ایک ماہ بعد واپس کردے تو صرف اصل رقم (Principal) واپس کرنی ہوگی لیکن اگر ایک ماہ سے تاخیر کی تو فی ماہ اتنا سود ادا کرنا ہوگا۔

دیکھئے اس معاملے میں ایسی صورت موجود ہے کہ بعد میں عملی طور پر سود ادا نہ کرنا پڑے (وہ یہ کہ مقروض ایک ماہ کے اندر ادائیگی کردے) لیکن چونکہ سود دینے کی شرط والی صورت بھی موجود ہے، اس لئے یوں کہا جائے گا کہ فریقین ایسے معاملے میں داخل ہوئے ہیں جس میں سود کی شرط لگائی گئی ہے، لہٰذا دونوں کو ربا والا معاملہ کرنے کا گناہ ملے گا۔

چونکہ مروّجہ انشورنس کمپنیوں کے قوانین وضوابط (Terms & Conditions) میں یہ بات درج ہوتی ہے کہ جنرل انشورنس میں اگر پالیسی ہولڈر

کا نقصان پریمیم کی رقم سے زیادہ ہوا تو بھی کمپنی وہ نقصان (Risk) پورا کرے گی، یعنی زائد رقم دے گی اور لائف انشورنس کی صورت میں جب پالیسی ہولڈر اتنی رقم ادا کردے گا تو انشورنس کمپنی اُسے اس کے پریمیم سے زائد رقم دینے کی پابند ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صورتیں اُسی معاملے کا حصہ ہوتی ہیں جو معاملہ پالیسی ہولڈر اور کمپنی کے درمیان ہورہا ہوتا ہے، اس لئے یہ پورا معاملہ ہی رِبا کی خرابی آجانے کی وجہ سے شرعاً ناجائز قرار پائے گا۔

سود در سود

اور صرف سود ہی نہیں بلکہ اس میں سود در سود ہے کیونکہ مروّجہ انشورنس کا پالیسی ہولڈر درحقیقت دو طرح سے سودی معاملات سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

۱۔ بلاواسطہ (Direct)

۲۔ بالواسطہ (Indirect)

بلاواسطہ (Direct) تو اس طرح کہ وہ انشورنس کمپنی سے جو معاہدہ کرتا ہے اس میں سود کا عنصر شامل ہوتا ہے (جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی) اور بالواسطہ (Indirect) اس طرح کہ عام طور پر انشورنس کمپنیاں پالیسی ہولڈرز سے حاصل ہونے والے پریمیم کے ایک بہت بڑے حصہ سے سودی کاروبار کرتی ہیں۔ اور حاصل ہونے والے سود میں سے کچھ خود رکھ کر بقیہ پالیسی ہولڈرز کے درمیان تقسیم کرتی ہیں۔ اس طرح مروّجہ انشورنس سے پالیسی لینے والا شخص دہرے سود کے گناہ میں شریک ہو جاتا ہے۔

سود ایسا سخت گناہ ہے کہ اس کے لینے والے کے لئے اللہ جل شانہٗ نے

Scanned by CamScanner

قرآن مجید میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں اعلانِ جنگ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (۱)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے، اس کو چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔ اگر تم (اس پر عمل) نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

سچ یہ ہے کہ اگر سود کی اس کے علاوہ اور کوئی بھی وعید قرآن وحدیث میں بیان نہ کی جاتی تو بھی ایمان کی چنگاری رکھنے والے مسلمان کے لئے سودی معاملے میں داخل ہونے کا کوئی جواز نہ تھا، چہ جائیکہ اس کے علاوہ اور بھی سود کی بیسیوں وعیدیں قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں موجود ہیں۔

قمار (Gambling)

انشورنس کے اندر پائی جانے والی دوسری خرابی ''قمار'' ہے۔ جسے اردو میں ''جوا'' کہتے ہیں۔ قمار کی حقیقت یہ ہے کہ ''دو یا دو سے زائد افراد آپس میں اس طرح کا کوئی معاملہ طے کریں جس کے نتیجے میں ہر فریق کسی غیر یقینی واقعے کی بنیاد پر اپنا کوئی مال (فوری ادائیگی کر کے یا ادائیگی کا وعدہ کر کے) اس طرح داؤ پر لگائے کہ وہ

---

(۱) سورۂ بقرہ، آیت ۲۷۸، ۲۷۹

Scanned by CamScanner

مال یا تو بلا معاوضہ دوسرے فریق کے پاس چلا جائے یا دوسرے فریق کا مال پہلے فریق کے پاس بلا معاوضہ آ جائے''۔

قمار کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہیں:۔

ا۔ پہلی صورت یہ ہے کہ غیر یقینی واقعہ پیش آنے سے پہلے کوئی فریق دوسرے کو ادائیگی کا پابند نہ ہو، بلکہ غیر یقینی واقعے کے نتیجہ میں ایک فریق پر دوسرے کی ادائیگی لازم ہو، جیسے شرط لگانا مثلاً زید خالد سے یہ شرط لگائے کہ اگر پاکستان میچ جیت گیا تو میں تمہیں سو روپے دونگا اور اگر ہار گیا تو تم مجھے سو روپے دو گے۔ اسی طرح بعض مرتبہ لڑکے کوئی کھیل کھیلنے سے پہلے یہ شرط لگاتے ہیں کہ جو ہار گیا، وہ جیتنے والے کو اتنی متعین رقم ادا کرے گا۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک فریق پہلے سے ادائیگی کر دیتا ہے، پھر اگر وہ غیر یقینی واقعہ پیش آ جائے تو وہ اپنی رقم سمیت کئی گنا زیادہ لے لیتا ہے، ورنہ اپنی دی ہوئی رقم سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ اس کی واضح مثال ''لاٹری'' ہے کہ اس میں مقابلے میں حصہ لینے والا پہلے متعین رقم ادا کر کے ٹکٹ خریدتا ہے، اگر اس کے نام قرعہ نکل آئے تو وہ دی ہوئی رقم سے کئی گنا بڑھ کر رقم حاصل کرتا ہے اور نہ نکلے تو اپنی رقم سے بھی محروم رہتا ہے۔

انشورنس کے اندر پایا جانے والا ''قمار'' دوسری قسم کا ہے کہ اس میں پالیسی ہولڈر کی طرف سے ادائیگی تو یقینی ہوتی ہے لیکن جنرل انشورنس کے اندر اس کے بدلے میں رقم کا ملنا یقینی نہیں ہوتا، بلکہ ایک غیر یقینی واقعہ مثلاً گاڑی کے حادثہ وغیرہ سے معلق ہوتا ہے، اگر وہ پیش آئے تو نقصان کے بقدر تلافی کی جاتی ہے، ورنہ اصل پریمیم بلا معاوضہ چلا جاتا ہے۔ گویا جنرل انشورنس کے اندر اس بات کا امکان ہوتا ہے

Scanned by CamScanner

کہ پالیسی ہولڈر کو پریمیم کے بدلے کچھ بھی نہ ملے اور لائف انشورنس کی وہ صورت جس میں اصل پریمیم بہرحال واپس ملنا یقینی ہو، اس میں قمار نہیں ہوتا لیکن وہ صورتیں جس میں پریمیم کے کچھ حصے کے ڈوبنے کا خطرہ ہو، اس میں جزوی (Partial) ''قمار'' ہوتا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے بعض مرتبہ تجارتی کمپنیاں اپنی پروڈکٹ کی شہرت کے لئے انعامی اسکیمیں جاری کرتی ہیں تو اگر اس اسکیم کی وجہ سے چیز کی قیمت میں اضافہ نہ ہو تو اس میں قمار نہ ہوگا لیکن اگر اس اسکیم کی وجہ سے قیمت میں اضافہ ہو جائے تو یوں کہا جائے گا کہ اس میں قیمت میں اضافے کی حد تک قمار ہے جیسے لپٹن چائے کا ایک ڈبہ پہلے بیس روپے میں ملتا تھا، اب اسکیم آنے سے پچیس روپے کا ہوگیا تو یوں کہا جائے گا کہ اس میں پانچ روپے کی حد تک قمار ہے۔

سوال:

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قمار ہونے کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ اگر غیر یقینی واقعہ پیش آ جائے تو پہلے فریق کو دی گئی رقم سے کئی گناہ زیادہ رقم ملے، جبکہ مروّجہ جنرل انشورنس میں ایسا ہونا یقینی نہیں، بعض دفعہ اتنی ہی رقم مل سکتی ہے جتنی پالیسی ہولڈر نے ادا کی مثلاً پالیسی ہولڈر نے پچاس ہزار کا پریمیم جمع کرایا اور اُسے اتنی ہی رقم ملی۔ البتہ بعض مرتبہ جب گاڑی کا نقصان زیادہ ہو یا وہ مکمل ہلاک ہو جائے تو زیادہ رقم بھی ملتی ہے۔ لیکن ہمیشہ زیادہ رقم ملنا یقینی نہیں ہوتا تو پھر اس کے اندر قمار کیسے آ گیا؟

Scanned by CamScanner

جواب:

اس کا جواب بھی اُسی اصول پر مبنی ہے جو رباوالے اعتراض کے جواب میں گزرا۔ وہ یہ کہ کسی عقد کے قمار کی بنیاد پر ناجائز ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ بالآخر اس میں قمار پیدا ہو جائے یا اس کی ساری صورتوں میں قمار ہو، اگر کوئی عقد اس طرح مشروط (Conditional) کیا جائے کہ اس کی وجہ سے ایک یا ایک سے زائد ایسی صورتیں پیش آسکتی ہوں کہ جس میں قمار آجائے تو وہ بھی ناجائز ہوگا۔

بلاشبہ، مروّجہ انشورنس کی ایک صورت ایسی ہوسکتی ہے کہ اس میں انجام کار کے طور پر قمار کی حقیقت مکمل طور پر موجود نہ ہو، لیکن اس کے اندر وہ صورتیں بھی موجود ہیں جو قمار میں داخل ہیں، جیسے ایک پالیسی ہولڈر نے پچاس ہزار جمع کرائے اور اُسے اس کے بدلے کچھ بھی نہ ملا یا پچاس ہزار کے بدلے دس لاکھ مل گئے تو اس عقد کے اندر چونکہ ایسی صورتیں موجود ہیں جو قمار میں داخل ہیں اور یہی صورتیں بکثرت پائی جاتی ہیں، اس لئے اسے قمار کی وجہ سے ناجائز کہا جائے گا۔

سوال

گزشتہ تفصیل سے یہ بات سامنے آئی کہ اگر کسی معاملے کے اندر کچھ صورتیں ایسی ہوں کہ اِن میں کسی ایک فریق کے نقصان میں جانے کا خطرہ ہو تو وہ بھی قمار ہے، جیسے پچاس ہزار کے پریمیم کے بدلے کچھ نہ ملنا یا پچاس ہزار کے بدلے پندرہ لاکھ روپے کا ملنا۔

اس تفصیل پر بعض افراد یہ سوال کرتے ہیں کہ پھر بھی انشورنس کے اندر قمار نہیں کیونکہ اِن میں انشورنس کمپنی اور پالیسی ہولڈر میں سے کسی کا نقصان نہیں۔

Scanned by CamScanner

انشورنس کمپنی کا کوئی نقصان اس لئے نہیں کہ اس کے پاس بہت سے لوگوں کے پریمیم ہوتے ہیں، اور وہ شروع ہی سے یہ حساب لگاتی ہے کہ اگر معمول کے حادثات پیش آئیں تو اسے اپنے پاس جمع شدہ رقم میں سے کتنی رقم لگانی پڑے گی۔ چنانچہ جب وہ پچاس ہزار روپے کے پریمیم کے بدلے دس لاکھ دے رہی ہوتی ہے تو وہ یہ رقم اپنی جیب سے نہیں دیتی بلکہ دوسرے لوگوں کے پریمیم سے دیتی ہے، نیز اس نے ری انشورنس بھی کروایا ہوا ہوتا ہے، اور تمام پالیسی ہولڈرز کے نقصانات کی تلافی کے بعد بھی نفع میں رہتی ہے (اگر غیر معمولی حالات پیش آ جائیں تو وہ دوسری بات ہے)

اور انشورنس کرانے والے کا بھی کوئی نقصان نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر اس نے جنرل انشورنس کرایا ہے مثلاً اس نے گاڑی کے انشورنس کے لئے پچاس ہزار روپے ادا کئے اور اس کی گاڑی کو کوئی خطرہ پیش نہیں آیا جس کی وجہ سے اس کو انشورنس کمپنی سے کچھ نہیں ملا تو بھی وہ نقصان میں نہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے اس کی گاڑی نقصان کے خطرے سے تو محفوظ ہوگئی اور اُسے پریمیم ادا کرنے کی وجہ سے ایک طرح کا ذہنی سکون (Peace of Mind) حاصل ہوگیا۔

اگر لائف انشورنس ہے تو اُسے کچھ نہ کچھ واپس ملنا ہی ہے، خواہ مدّت پوری ہونے پر زندگی میں مل جائے یا اس کے انتقال کی صورت میں اس کے ورثاء کو مل جائے۔

لہٰذا جب انشورنس کے اندر کسی فریق کا نقصان نہیں تو پھر یہ قمار کیسے ہے؟

جواب:

انشورنس کمپنی اور اس کے بیمہ داروں کے درمیان تعلق کی نوعیت دو طرح کی

Scanned by CamScanner

ہے۔

ا۔ انشورنس کمپنی اور اس کے ہر بیمہ دار کے تعلق کے اعتبار سے۔

۲۔ انشورنس کمپنی اور اس کے تمام بیمہ داروں کے مجموعہ کے اعتبار سے۔

یہ اعتراض دراصل دوسرے تعلق کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے کہ مجموعی طور پر انشورنس کمپنی کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ انفرادی (Individual) تعلق کے اعتبار سے یہ بات نہیں کی جاتی۔ اگر انفرادی تعلق کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو اس میں قمار واضح طور پر نظر آئے گا۔

چنانچہ انشورنس کمپنی ایک شخص کے ساتھ جو معاملہ کرتی ہے، وہ معاملہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے قمار میں داخل ہے، مثلاً اُس نے پالیسی ہولڈر سے یہ معاملہ کیا کہ آپ مجھے پچاس ہزار روپے اس شرط پر دیدیں کہ اس سال آپ کی گاڑی تباہ ہوگئی تو کمپنی اُسے دس لاکھ روپے دیگی یا جتنا نقصان ہوگا، اتنا نقصان برداشت کرے گی۔

جس حادثے کے پیش نظر یہ انشورنس کیا گیا وہ غیر یقینی ہے، ہوسکتا ہے سال بھر میں گاڑی کا کسی قسم کا کوئی نقصان نہ ہو اور اُس کا دیا ہوا پچاس ہزار بلا معاوضہ چلا جائے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گاڑی کسی حادثے میں تباہ ہو جائے اور کمپنی کو اس کے بدلے پورے دس لاکھ دینے پڑ جائیں۔

نقصان ہونے کی صورت میں پچاس ہزار کے بدلے دس لاکھ دینا کمپنی کا نقصان ہے اور کوئی نقصان نہ ہونے کی صورت میں پالیسی ہولڈر کے پریمیم کا ڈوب جانا اس کا نقصان ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ پچاس ہزار کا پریمیم ادا کرنے کے بعد پالیسی ہولڈر کو ایک طرح سے ذہنی آسودگی (Peace of

Scanned by CamScanner

(Mind) حاصل ہو جاتی ہے تو وہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کا معاوضہ لینا شرعاً جائز ہو۔ اگر ایک شخص لاکھوں روپے کا جوا کھیل رہا ہے، کبھی جیت جاتا ہے، کبھی ہار جاتا ہے، لیکن جب ہار جاتا ہے تو بھی اُسے جیتنے کی امید ہوتی ہے اور اس امید کی وجہ سے اُسے ایک طرح سے ذہنی آسودگی حاصل ہوتی ہے، تو محض اس کی اس ذہنی آسودگی کی وجہ سے یہ معاملہ قمار سے نہیں نکلے گا، بلکہ بدستور قمار میں داخل رہے گا۔ اسی طرح مذکورہ صورت میں اگر پریمیم ادا کرنے کے بعد کسی شخص کو ذہنی آسودگی حاصل ہوتی ہے تو بھی انشورنس کا معاملہ ''قمار'' سے نہیں نکلے گا۔

اور اگر اجتماعی تعلق کو دیکھا جائے تو بھی قمار موجود ہے کہ سرمایہ تمام پالیسی ہولڈرز نے لگایا تھا اور اسکا نفع تمام شرکاء کو ملنا تھا لیکن بعض کو ان کے حق سے زیادہ مل گیا اور بعض محروم ہو گئے، اس طرح گویا نفع کے اندر قمار ہوا۔

سوال

قمار کے حوالے سے ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ قمار تو کھیل تفریح وغیرہ میں ہوتا ہے، جس کی مثال زمانۂ قدیم سے یہ چلی آ رہی ہے کہ دو گھڑ سوار آپس میں یہ شرط لگائیں کہ جو جیت جائے، اُسے دوسرا فریق اتنی رقم دے گا۔ اسی طرح مختلف کھیلوں کے اندر شرطیں لگانا بھی قمار کے زمرہ میں آتا ہے جبکہ انشورنس کا معاملہ ایک سنجیدہ مالی معاملہ ہے، اِسے قمار کی بنیاد پر ناجائز کیسے کہا جا سکتا ہے؟

جواب

اس سوال کے دو جواب ہیں۔

۱۔ پہلا جواب یہ ہے کہ کھیل تفریح کا معاملہ ہونا قمار کے پائے جانے کے

Scanned by CamScanner

لئے لازمی شرط (Condition) نہیں بلکہ شریعت میں اس کی بھی بہت سی مثالیں ہیں، جن میں ہونے والا معاملہ کاروبار تھا، لیکن قمار کی بنیاد پر اُنہیں ناجائز قرار دیا گیا۔ معروف حنفی فقیہ علامہ ابن عابدین اپنی کتاب ردّ المحتار میں بعض مالی معاملات کا ذکر کرنے کے بعد ان کے ناجائز ہونے کی وجہ ''قمار'' بیان کرتے ہیں۔(۱)

اِن معاملات میں سے ایک معاملہ ''ضربة القانص'' بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔ ''ضربة القانص'' بیع کی وہ قسم ہے جس میں بیچنے والے شخص کے ہاتھ میں مچھلی پکڑنے کا جال ہوتا ہے اور وہ خریدار سے یہ کہتا ہے کہ میں اپنا جال پانی میں پھینکتا ہوں، ایک مرتبہ پھینکنے میں جتنی مچھلیاں اس کے اندر آئیں، وہ اتنی رقم کے بدلے تجھے فروخت کرتا ہوں۔ اِس میں ''قمار'' اس طرح پایا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ جال پھینکنے سے کوئی ایک مچھلی بھی نہ آئے اور خریدار کو بلا معاوضہ رقم دینی پڑے یا بہت زیادہ مچھلیاں آجائیں جو متعین کردہ رقم کے مقابلے میں بہت زیادہ مالیت کی ہوں۔ دیکھئے یہ ایک سنجیدہ مالی معاملہ ہے لیکن اسے قمار میں داخل کر کے ناجائز کہا گیا ہے۔

اسی طرح کے بعض دیگر معاملات جن کا زمانہ جاہلیت میں بہت رواج تھا(۲) کو بھی علامہ ابن عابدینؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ معروف مالکی فقیہ علامہ ابن رشد الجد بھی انہیں اور ان جیسے معاملات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

فهذه كلّها بيوع جاهلية متفق على تحريمها،
وهى محرمة من تلك الأوجه التّى ذكرناها أى

---

(۱) ردّالمحتار، كتاب البيوع، مطلب البيوع الفاسدة

(۲) جیسے بیع الملامسه، المنابذة اور بيع بالقاء الحجر وغیرہ۔

Scanned by CamScanner

القمار وجهالة الأجل. (۱)

یہ سارے زمانۂ جاہلیت کے مالی معاملات ہیں جن کے حرام ہونے پر امت کا اتفاق ہے اور یہ انہی اسباب کی وجہ سے حرام ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا یعنی قمار اور مدّت کی جہالت۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قمار ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ معاملہ کھیل کود والا ہو بلکہ سنجیدہ مالی معاملات میں بھی قمار ہوسکتا ہے۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی بھی شرعی حکم کا تعلق صرف کسی معاملے کی صورت سے نہیں ہوتا، بلکہ معاملے کی حقیقت سے ہوتا ہے، وہ حقیقت جہاں پائی جائے، حکم بھی وہاں منتقل ہو جاتا ہے، جیسے شریعت میں سود حرام ہے خواہ یہ انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی سطح پر، زمانۂ جاہلیت کا ساہوکار لے یا زمانۂ جدید کا بینک، تجارتی بنیادوں پر ہو یا ذاتی ضروریات کے لئے دیئے گئے قرضوں پر، غرض کسی بھی صورت میں ہو، یہ حرام ہی رہے گا، اسی طرح قمار کی حقیقت جس طرح کے معاملے میں بھی پائی جائے گی وہ معاملہ ناجائز ہو جائے گا، خواہ کھیل کود والی صورتوں میں ہو یا سنجیدہ مالی معاملات میں، اس سے حکم پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

قمار کی حرمت

سود کی طرح قمار کی حرمت بھی قرآن و حدیث میں صراحتاً موجود ہے۔

چنانچہ سورۂ مائدہ میں ہے:

(۱) بداية المجتهد (۲/۱۱۱)

Scanned by CamScanner

''اے ایمان والو! شراب، قمار، بت اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔(۱)

اس آیت مبارکہ میں ''قمار'' کو شیطانی کام قرار دے کر اس کی انتہائی شناعت اور وعید بیان کی گئی۔ایک حدیث میں ہے:

مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعال أُقَامِرك فَلْيَتَصَدَّقْ (متفق عليه)

اگر کسی نے اپنے ساتھی سے کہا ''آؤ قمار کھیلیں'' تو اُسے (محض یہ بات کہنے پر) صدقہ کرنا چاہئے۔

اندازہ کیجئے! جب محض قمار کھیلنے کی پیش کش کرنا شرعاً ایک جرم ہے تو عملاً قمار والے معاملہ میں داخل ہونا کس قدر گناہ کی بات ہوگی۔

غرر

مروّجہ انشورنس میں پائی جانے والی تیسری خرابی ''غرر'' کی ہے۔''غرر'' کو انگریزی میں Uncertainty کہتے ہیں۔سود اور قمار کی طرح ''غرر'' بھی شرعاً ناجائز ہے اور احادیث کے اندر اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔(۲)

لغوی اعتبار سے غرر ''غیر یقینی کیفیت'' کا نام ہے جبکہ شرعی اصطلاح میں غرر ایسے معاملے کو کہا جاتا ہے ''جس میں کم از کم کسی ایک فریق کا ایسا معاوضہ غیر یقینی کیفیت کا شکار ہو، جس کا تعلق معاملے کے اصل اجزاء سے ہے''۔

(۱) سورۂ مائدہ، آیت ۹۰

(۲) مسلم، کتاب البیوع، حدیث ۳۶۹۱

Scanned by CamScanner

اس کی مختلف صورتیں ہیں، مثلاً اصل اجزاء کی مقدار نامعلوم ہو، جیسے کوئی شخص غیر متعین چیز فروخت کرے یا جو چیز بیچی جارہی ہے اس کا سپرد کرنا غیر یقینی ہو، مثلاً بیچنے والا شخص اس کا مالک نہ ہو یا وہ چیز اس کے قبضہ میں نہ ہو وغیرہ۔ ان کے علاوہ ''غرر'' کی اور بھی بہت سی صورتیں ہیں۔(۱)

''قمار'' بھی غرر کی ایک قسم ہے۔ یعنی غرر کا لفظ بہت عام ہے جس میں قمار کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں جبکہ ''قمار'' خاص ہے اور وہ غرر کی ایک صورت ہے۔ فقہاءِ کرام نے غرر کی دو قسمیں بیان فرمائیں۔

۱۔ غررِ کثیر (Major Gharar)

۲۔ غررِ یسیر (Minor Gharar)

اگر غرر معمولی درجے کا ہو اور باہمی جھگڑے کا باعث نہ بنے تو یہ غررِ یسیر ہے اور شرعاً اس کی اجازت ہے جیسے کوئی شخص کوئی چیز خریدتے وقت یہ کہے کہ میں اس کی ادائیگی ماہانہ تنخواہ ملنے پر کرونگا، حالانکہ یہ امکان ہوتا ہے کہ تنخواہ ملنے میں دو چار روز کی کمی بیشی ہو جائے۔

اگر غرر ایسا ہو جو کسی چیز کے وجود کے اندر پایا جائے اور باہمی جھگڑے کا ذریعہ بنے، وہ غرر کثیر ہے جو کہ ناجائز ہے جیسے یہ معلوم نہ ہو کہ کونسی چیز بیچی جارہی ہے یا وہ چیز ابھی وجود میں نہ آئی ہو اس کی بیع کرنا وغیرہ۔ یہ غرر شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے۔

---

(۱) اس کی قدرے وضاحت احقر کی کتاب ''اسلامی بینکاری اور غرر'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

Scanned by CamScanner

غرر کا جائزہ

غرر کی حقیقت جاننے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ انشورنس کے اندر غررِ کثیر کی خرابی موجود ہے کیونکہ انشورنس کے اندر جس خطرے کی حفاظت کے لئے معاملہ کیا جاتا ہے اس کا پایا جانا غیر یقینی ہوتا ہے گویا اس واقعہ کے وجود میں غیر یقینی کیفیت (Uncertainty) ہوتی ہے اور ایسا غرر جو کسی چیز کے وجود اور ذات میں پایا جائے، غررِ کثیر کہلاتا ہے، پھر صرف اتنی بات نہیں کہ صرف ذات کے اعتبار سے غرر ہوتا ہے بلکہ اور بھی غرر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں، مثلاً یہ کہ اگر وہ حادثہ واقع ہوگا تو کب ہوگا اور اگر جنرل انشورنس ہے تو اس میں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس حادثے سے کتنا نقصان ہوگا، پوری گاڑی تباہ ہو جائے گی یا اس کے کچھ حصوں کو نقصان پہنچے گا، اگر کچھ حصوں کو نقصان پہنچا تو وہ تھوڑا ہوگا یا زیادہ وغیرہ وغیرہ، غرض یہ کہ انشورنس کے اندر بہت سے پہلوؤں کے اعتبار سے غرر پایا جا رہا ہوتا ہے اور چونکہ مروّجہ انشورنس ''عقد معاوضہ'' (Commutative Contract) ہے اس لئے اس میں پایا جانے والا غرر اس کو ناجائز کر دیتا ہے۔

علماء کرام کی ایک بہت بڑی جماعت جنہوں نے انشورنس کے متعلق بحث کی ہے ان میں سے اکثریت نے یہ ثابت کیا ہے کہ انشورنس کے اندر غررِ کثیر کی خرابی موجود ہے۔ چنانچہ عالم اسلام کے معروف اسکالر ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

ویتبین من التعریف أیضاً أن التامین من عقود الغرر، إذلا یعرف وقت العقد مقدار مایعطی کل

واحدٍ من العاقدين أوياخذ، فقد يدفع المستامن قسطاً واحداً من الأقساط ثم يقع الحادث وقد يدفع جميع الأقساط ولا يقع الحادث. (۱)

انشورنس کی تعریف سے یہ بات بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ انشورنس ان معاملات میں شامل ہے جن کے اندر غرر پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں عقد کے دوران یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ایک فریق دوسرے کو کیا دے گا اور دوسرا فریق کیا لے گا کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پالیسی ہولڈر صرف ایک قسط ادا کرتا ہے اور وہ حادثہ پیش آجاتا ہے (جس کے لئے انشورنس کیا گیا) اور کبھی ایسا ہے کہ وہ ساری اقساط ادا کر دیتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی وہ حادثہ پیش نہیں آتا۔

سوڈان کے معروف اسلامی اسکالر ڈاکٹر صدیق محمد الامین الضریر انشورنس پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

انتهينافى بحثنا إلىٰ أن فى عقد التامين غرراً وإلىٰ أن الغرر الذى فيه كثير جعله يوصف بأنّه عقد غرر. (۲)

---

(۱) التامين وإعادة التامين، الزحيلى (الدكتور وهبة الزحيلى) بحث لمجمع الفقه الإسلامى العالمى، العدد الثانى، الجزء الثانى، ۱۴۰۷ھ......ص ۵۴۷۔

(۲) الغرر وأثره فى العقود ص ۶۵۲

Scanned by CamScanner

ہم اپنی اس بحث کے اندر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انشورنس کے اندر غرر پایا جاتا ہے اور یہ غرر اتنا زیادہ ہے کہ جس کی وجہ سے اس عقد کو اسی کے ساتھ موصوف کر کے یوں کہا جاسکتا ہے کہ انشورنس غرر والا عقد ہے۔

ایک اور معروف اسکالر ڈاکٹر عبداللطیف الفرفور لکھتے ہیں:

الغرر عنصر لازم لعقد التامين ومن الخصائص التي يتميز بها وممّا يدل على أن الغرر تمكن من عقد التامين وأصبح صفة لازمة له أن كثيراً من القوانين تذكره تحت عنوان عقد الغرر (١)

غرر انشورنس کا ایک لازمی حصہ اور اس کی ان خصوصیات میں شامل ہے جن کی وجہ سے یہ عقد دوسرے مالی معاملات سے ممتاز ہو جاتا ہے، اس بات کی دلیل کہ غرر انشورنس کے اندر موجود ہے اور اس کی لازمی صفت بن چکا ہے، یہ ہے کہ قوانین کی اکثر کتابوں میں اسے عقودِ غرر کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد علماء اور اسکالرز نے مختلف دلائل سے یہ بات ثابت کی ہے کہ انشورنس کے اندر غرر کی خرابی بھی موجود ہیں۔ البتہ معروف

(١) عقود التامين و إعاده التامين فى الفقه الإسلامى، الفرفور (الدكتور محمد عبداللطيف الفرفور) بحث لمجمع الفقه الإسلامى، العدد الثانى، الجزء الثانى، ص ٥٩٩

Scanned by CamScanner

اسلامی اسکالر ڈاکٹر حسین حامد حسان نے انشورنس کے اندر پائے جانے والے غرر کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ انشورنس میں چار اعتبار سے غرر پایا جاتا ہے۔

۱......وجود یعنی ذات کے اعتبار سے

۲......حصول یعنی معاوضہ حاصل ہونے کے اعتبار سے

۳......معاوضہ کی مقدار کے اعتبار سے

۴......مدت کے اعتبار سے

چنانچہ آپ وجود کے اعتبار سے پائے جانے والے غرر کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اور (وجود کے اعتبار سے پایا جانے والا غرر) انشورنس کے اندر پوری طرح منطبق ہوتا ہے کیونکہ انشورنس کے نتیجے میں ملنے والی رقم انشورنس کمپنی کے ذمہ ایسا قرض ہے جس کا کوئی وجود نہیں اس لئے کہ یہ ایک ایسا قرض ہے جو حادثے کے پائے جانے پر موقوف ہے اگر حادثہ پایا گیا تو یہ قرض پایا جائے گا اور اگر حادثہ واقع نہ ہوا تو یہ قرض بھی وجود میں نہیں آئے گا، اور ہم نے یہ دیکھا ہے کہ قانون کے شارحین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کا بھی یہ خیال ہے کہ یہ انشورنس کی ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اس کے بغیر انشورنس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔(۱)

---

(۱) حکم الشریعة الإسلامیة فی التامین ص ٦٧

Scanned by CamScanner

اور حصول یعنی معاوضہ حاصل ہونے کے اعتبار سے پائے جانے والے غرر کی وضاحت کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

> معاوضہ کے حصول اور عدمِ حصول کے اندر غرر میں جو معاملات داخل ہیں ان میں شکاری کا ایک مرتبہ جال پھینکنے کا معاملہ اور اس کا ایک تیر پھینکنے کا معاملہ شامل ہے(۱) اور اس کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حصول کے اعتبار سے غرر پایا جاتا ہے کہ کبھی خریدار کو کچھ حاصل ہوتا ہے اور کبھی کچھ حاصل نہیں ہوتا اور حاصل ہونے کی صورت میں بھی عقد کے وقت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کتنی مقدار حاصل ہوگی، انشورنس کے عقد کی اس کے ساتھ کتنی زیادہ مشابہت ہے کہ (اس میں بھی بعینہ یہی صورت حال پائی جاتی ہے کہ) جب کوئی شخص کسی انشورنس کمپنی کے ساتھ معاملہ کرتا ہے تو اسے عقد کے وقت معلوم نہیں ہوتا کہ اسے انشورنس کی پالیسی کی رقم ملے گی یا نہیں اور ملنے کی صورت میں جنرل انشورنس (جو کہ انشورنس کی ایک قسم ہے) میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ مقدار کتنی ہوگی۔

---

(۱) اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے یہ کہتا ہے کہ تم ایک مرتبہ جال پانی میں پھینکو، اس میں جتنی مچھلیاں آئیں گی، وہ میں نے مثلاً دس روپے میں خرید لیں یا یہ کہتا ہے کہ تم تیر چلاؤ، ایک مرتبہ تیر چلانے میں جتنے پرندے شکار ہوں گے وہ میں نے مثلاً سو روپے میں خرید لئے تو اس صورت میں غرر پایا جاتا ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ ایک مرتبہ جال پھینکنے یا ایک مرتبہ تیر مارنے سے کوئی شکار ہاتھ آئے گا یا نہیں؟

Scanned by CamScanner

اور معاوضہ کی مقدار میں غرر کے اعتبار سے بحث کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

معاوضہ کی مقدار یا نوع کی جہالت کے اعتبار سے پایا جانے والا غرر ایسا ہے کہ اس کے بارے میں فقہاء کرام کا یہ اتفاق ہے کہ یہ عقودِ معاوضہ پر اثر انداز ہوکر انہیں ناجائز بنا دیتا ہے کیونکہ بلاشبہ یہ غررِ فاحش ہے اور یہ غرر انشورنس کمپنی کے پہلو سے بہت واضح ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک قسط وصول کرتی ہے اور حادثہ پیش آ جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے پالیسی میں طے شدہ تمام رقم یا نقصان کے بقدر رقم دینی پڑتی ہے اور کبھی حادثہ واقع ہونے سے پہلے وہ بہت ساری قسطیں وصول کر چکی ہوتی ہے ان دونوں حالتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

پالیسی ہولڈر کے اعتبار سے بھی یہ غرر موجود ہے کیونکہ وہ کمپنی سے کئے گئے معاملے کی بنیاد پر متعینہ رقم کو قسطوں کی شکل میں ادا کر دیتا ہے لیکن کمپنی کبھی اسے پوری رقم لوٹا دیتی ہے کبھی آدھی اور کبھی دسواں حصہ یعنی جتنا نقصان ہوتا ہے اتنی رقم دی جاتی ہے (جو ادا کی گئی رقم کے ساتھ تناسب میں مختلف ہوتی رہتی ہے)(۱)

(۱) حکم الشریعۃ الإسلامیۃ فی التامین ص ۴۷

اور مدت کے اعتبار سے پائے جانے والے غرر کی تشریح کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

> اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ انشورنس کی بعض صورتوں میں معاوضہ کی ادائیگی کی مدت کے اعتبار سے غرر پایا جاتا ہے، شارحینِ قانون نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ انشورنس پالیسی کی مقدار جو کمپنی کے ذمہ ہوتی ہے، بسا اوقات کسی غیر متعینہ مدت کی طرف منسوب ہوتی ہے جیسے لائف انشورنس کی بعض صورتوں میں ہوتی ہے کہ اس میں انشورنس کمپنی یہ وعدہ کرتی ہے کہ انشورڈ کی وفات پر اتنی رقم ادا کرے گی حالانکہ یہ ایک مجہول مدت ہے جس کی وجہ سے معاوضہ والا عقد بالاتفاق باطل ہو جاتا ہے لہٰذا اب بھی یہی حکم ہے۔(۱)

علماء عرب کے علاوہ پاک و ہند کے علماء نے بھی انشورنس کے اندر سود، قمار اور غرر کی خرابیوں کی وجہ سے اسے ناجائز کہا ہے، ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی صاحبؒ لکھتے ہیں:

> آج تک جن جن مشائخِ عظام اور معاصر علماءِ کرام نے انشورنس کی حرمت کو بیان فرمایا ہے تقریباً سبھی نے انشورنس کی وجہ ربا، قمار، اور غرر تینوں کو قرار دیا ہے، جن جن مشائخ عظام کو ہم مرجع و ماویٰ قرار دیتے ہیں ان کی تحقیق کو حجت

---

(۱) حکم الشریعة الإسلامية فی التامین ص ۷۴

Scanned by CamScanner

مانتے ہیں، وہ انہی تین عناصر کی بناء پر انشورنس کو ناجائز کہتے ہیں۔ اور یہ بے غبار حقیقت ہے کہ انشورنس کی ابتداء عقد غرر اور قمار و مخاطرہ پر جبکہ نتیجہ و انتہاء ربا اور سود پر ہے۔(۱)

(۱) شرکات التکافل اور درپیش مسائل کا شرعی جائزہ، شامزئی (ڈاکٹر مفتی محمد نظام الدین شامزئی) مقالہ غیر مطبوعہ ص ۱۴

غرر کے حوالے سے پائے جانے والے شبہات

سود اور قمار کی طرح غرر کے بارے میں چند شبہات کئے گئے ہیں۔ جن کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ انشورنس میں پایا جانے والا غرر غیر شرعی نہیں، ذیل میں یہ شبہات اور ان کے جوابات ذکر کئے جاتے ہیں۔

پہلا شبہ: انشورنس میں غرر کا پایا جانا نقصان دہ نہیں

پہلا شبہ یہ کیا گیا ہے کہ انشورنس کا معاملہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے عقودِ معاوضہ میں داخل نہیں بلکہ ایسا معاملہ ہے کہ اس میں باہمی تعاون وتناصر کے ذریعے پالیسی ہولڈر کے نقصان کی تلافی کی جاتی ہے اس لحاظ سے یہ ایک عقدِ تبرع (Tabbarru Based Contact) ہے اور فقہاء کرام کے بیان کردہ ضابطے کے مطابق غرر اگر عقودِ معاوضہ (Commutative Contract) میں آجائے تو اس سے تو عقد فاسد ہو جاتا ہے لیکن اگر عقودِ تبرع میں ہو تو وہ قابل برداشت ہے اور اس کی وجہ سے معاملہ ناجائز نہیں ہوتا۔

اس قاعدہ کا تقاضہ یہ ہے کہ انشورنس کے اندر غرر ہونے کے باوجود عقد کے لئے نقصان دہ نہ ہو کیونکہ انشورنس کے عقد کی بنیاد تعاون پر ہونے کی وجہ سے یہ عقودِ تبرع میں شامل ہے۔

جواب

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مروّجہ انشورنس کو عقدِ تبرع اور احسان والا معاملہ قرار دینا مشکل ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم یہ کہیں کہ مروّجہ انشورنس

Scanned by CamScanner

کی بنیاد تبرع پر ہے تو پھر اس صورت میں پالیسی ہولڈرز کے آپس میں اور ان کے اور کمپنی کے درمیان کئی طرح کے تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور تبرّع کی بنیاد پر جو تبدیلی آتی ہے وہ یہ کہ نقصان کے ازالے کا معاملہ پالیسی ہولڈرز اور انشورنس کمپنی کے درمیان نہیں ہوتا بلکہ مختلف پالیسی ہولڈرز آپس میں یہ عقد کرتے ہیں اور کمپنی ان کے درمیان بطور ''واسطہ'' کام کرتی ہے۔(۱) جبکہ مروّجہ انشورنس میں ہونے والا معاملہ صرف کمپنی اور بیمہ دار کے درمیان ہوتا ہے جس کی وجہ سے صرف ایک ہی نوعیت کا تعلق پیدا ہوتا ہے اور اس کے اثرات انہی دو فریقوں تک محدود رہتے ہیں، کسی دوسرے پر مرتب نہیں ہوتے لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ مروّجہ انشورنس کی بنیاد ''تبرع'' پر ہے۔

دوسرا شبہ: انشورنس میں پایا جانے والا غرر ''غرر یسیر'' ہے

دوسرا شبہ یہ کیا گیا ہے کہ انشورنس میں پایا جانے والا غرر ''غررِ یسیر'' یعنی معمولی غرر ہے کیونکہ انشورنس کا معاملہ بہت زیادہ رواج پکڑ چکا ہے جس کی وجہ سے یہ باہمی تنازعات کا ذریعہ نہیں بنتا، اور جو غرر باہمی تنازعات کا باعث نہ بنے وہ ''یسیر'' ہوتا ہے اور غرر یسیر کی وجہ سے معاملہ ناجائز نہیں ہوتا لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ مروّجہ انشورنس اس معمولی غرر کے باوجود جائز رہے۔

جواب

یہ بات کہنا درست نہیں کہ انشورنس کے اندر پایا جانے والا غرر ''غررِ یسیر'' ہے کیونکہ ہم پیچھے یہ بات دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ انشورنس کے اندر چار اعتبار

(۱) اس کی تفصیل ہم تبرع کی بنیاد پر بیان کئے گئے شرعی متبادل میں ذکر کریں گے۔

Scanned by CamScanner

سے غرر پایا جاتا ہے۔

۱......وجود کے اعتبار سے

۲......حصول یعنی معاوضہ کے حصول کے اعتبار سے

۳......معاوضہ کی مقدار کے اعتبار سے

۴......مدت کے اعتبار سے

ان چار طرح کے غرر کے پائے جانے کے بعد یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ انشورنس میں پایا جانے والا غرر معمولی درجے کا ہے خصوصاً جبکہ اس میں وجود کے اعتبار سے غرر پایا جاتا ہے یعنی جس خطرے (Risk) کا ازالہ (Cover) کرنے کے لئے یہ عقد کیا جاتا ہے خود اس کا وجود ہی یقینی نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ وہ خطرہ وجود میں آجائے اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ انشورنس کی مدت کے دوران وہ خطرہ پیش ہی نہ آئے، اور اس بات پر فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ وجود کے اعتبار سے پایا جانے والا غرر ''غرر فاحش'' ہوتا ہے۔

اسی طرح انشورنس میں دوسری وجوہ یعنی حصول، مقدار معاوضہ اور مدت کے اعتبار سے پایا جانے والا غرر بھی فاحش ہے۔ ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> عقودِ تامین (انشورنس) میں جو غرر پایا جاتا ہے، اس پر غررِ یسیر کا اطلاق بھی نہیں ہوسکتا جسے گوارا کرلیا جائے، بلکہ تامین میں پایا جانے والا غرر (باتفاق علماءِ محققین) غررِ کثیر کے حکم میں ہے۔(۱)

(۱) شرکات التکافل اور درپیش شرعی مسائل ص ۱۵

Scanned by CamScanner

تیسرا شبہ: یہ غرر محض اتفاقی نہیں ہوتا

تیسرا شبہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ چونکہ انشورنس کمپنی ہونے والے نقصانات کا پہلے سے اندازہ لگالیتی ہے اور اسی حساب سے وہ انشورنس کی قسطیں مقرر کرتی ہے اس لئے اسے جو غرر پیش آتا ہے وہ معمولی نوعیت کا ہوتا ہے کیونکہ یہ ایسا غرر نہیں ہے جو اچانک پیش آیا ہو، گویا اس شبہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اگر پیش آنے والا خطرہ غیر متوقع ہو اور اس کے ازالہ کے لئے پہلے سے کوئی تیاری نہ کی گئی ہو تو وہ غررِ کثیر ہے جو کہ ممنوع ہے لیکن اگر پہلے سے اس کی توقع ہو اور اس کے دور کرنے کے لئے ایسے حسابات اور انتظامات کئے گئے ہوں کہ اس کی وجہ سے کوئی خاص پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا ہو تو پھر یہ ''غررِ یسیر'' ہے اور قابل معافی ہے۔

جواب

اس کے جواب میں عرض ہے کہ غررِ کثیر اور غررِ یسیر کے درمیان فرق کی بنیاد اس کے اچانک پیش آنے یا پہلے سے متوقع ہونے پر رکھنا ایک ایسا معاملہ ہے جس کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم یہ فرض کر بھی لیں کہ بیمہ کمپنی کی جانب سے کاروبار بیمہ میں جو غرر پایا جاتا ہے وہ معمولی نوعیت کا غرر ہے کیونکہ کمپنی کو پہلے سے اس کی توقع ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ قبل از وقت اس کا اندازہ کر کے اس سے پہلے ہوالے نقصانات کی تلافی اور اثرات کے ازالے کے لئے تیاری کر لیتی ہے، تو بھی پالیسی ہولڈر کی جانب سے تو غررِ کثیر ہی رہتا ہے کیونکہ کمپنی نے جو حسابات لگائے ہیں ان کا پالیسی ہولڈر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

Scanned by CamScanner

لٰہذا جب ایک جانب میں غررِ کثیر کا پہلو موجود ہے تو بھی یہ عقد فاسد رہے گا کیونکہ عقود معاوضہ کے جائز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے کسی ایک پہلو میں بھی غررِ کثیر نہ ہو۔

چوتھا شبہ: بیمہ دار کی جانب سے بھی غرر موجود نہیں

چوتھا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ بیمہ کے اندر بیمہ دار شخص جب پالیسی خریدتا ہے تو اسے اس کے بدلے میں تحفظ اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور یہ تحفظ ایک ایسا معاوضہ ہے جو معاہدہ طے کرتے وقت موجود ہے محض احتمالی چیز نہیں کیونکہ اس عقد کی وجہ سے کمپنی کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ بیمہ شدہ چیز کا تحفظ فراہم کرے اور تحفظ کے حصول کے لئے مال خرچ کرنا شرعاً جائز ہے جیسے گھر، دفتر یا کسی بھی عمارت یا سامان کے تحفظ کے لئے چوکیدار رکھا جاتا ہے اور وہ تحفظ کا جو کام کرتا ہے اس کے بدلے اسے تنخواہ دی جاتی ہے تو جس طرح اموال کے تحفظ کے لئے چوکیدار رکھنا جائز ہے اور اس میں کوئی غرر نہیں۔ اسی طرح اموال کے تحفظ کے لئے انشورنس کرانا بھی جائز ہونا چاہئے، اس میں بھی غرر نہیں ہے۔

جواب:

یہ کہنا کہ بیمہ کمپنی بیمہ دار کو اس کی اقساط کے بدلے میں تحفظ اور اطمینان فراہم کرتی ہے درست نہیں ہے اس لئے کہ تحفظ اور اطمینان اعتماد، آرزو اور امید کی طرح احساس اور شعور کا نام ہے جو کسی انسان کے بس میں نہیں کہ وہ دوسرے کو دے سکے، لٰہذا اس طرح کی کسی چیز کی ادائیگی کا عہد کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی ایسی چیز کو دینے کا عہد کرنا جسے پورا کرنا اور ادا کرنا عہد کرنے والے کی قدرت اور طاقت سے

Scanned by CamScanner

باہر ہو، جیسے اس بات پر معاہدہ کرنا کہ کوئی شخص دوسرے کو خوش قسمت بنادے گا، ظاہر ہے کہ ایسی امید دلانا جائز نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ بیمہ کمپنی تحفظ فراہم کرنے پر اس اعتبار سے قادر ہے کہ وہ اس کے سبب کو مہیا کرنے پر قدرت رکھتی ہے جو کہ بیمہ کی وہ رقم ہے جس کی ادائیگی کا وہ حادثہ پیش آنے کی صورت میں وعدہ کرتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ہم اسے تسلیم کرتے ہیں لیکن اس صورت میں قسطوں کے بدلے میں جو معاوضہ ملا ہے وہ صرف یہی سبب ہے جو اس کی قدرت اور طاقت میں ہے یعنی پالیسی میں طے شدہ رقم کی ادائیگی، نہ کہ تحفظ کی فراہمی۔

اور بیمہ کو چوکیداری کے معاملے میں قیاس کرنا اس لئے درست نہیں کہ چوکیداری کے معاہدہ میں مالک جو مال خرچ کرتا ہے وہ اس کام کے بدلے میں ہوتا ہے جو چوکیدار انجام دیتا ہے نہ کہ اس تحفظ کے بدلے میں ہوتا ہے جس سے مدت اجارہ کے دوران مالک سرشار رہتا ہے۔ پھر چوکیداری ایک ایسا کام ہے جس کی کچھ مالیت و قیمت ہے کیونکہ چوکیدار کا اس مدتِ کے لئے اپنے آپ کو چوکیداری کا پابند کر دینا اسے ایسی کمائی سے محروم کر دیتا ہے جسے وہ حاصل کرسکتا تھا، لہٰذا وہ اس کے لئے معاوضہ کا حق دار بن جاتا ہے۔ چنانچہ وہ مال جس کی نگرانی کر رہا ہے اگر چوری ہو جائے تب بھی چوکیدار اس معاوضے اور اجرت کا حق دار رہتا ہے جس پر معاہدہ ہوا تھا حالانکہ اس مال کا تحفظ ختم ہو چکا ہے جس کی نگرانی کے لئے چوکیدار مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے برعکس اگر چوکیدار اس طریقے سے چوکیداری نہیں کرتا جس طرح کہ طے پایا تھا تو پھر یہ اس اجرت کا حق دار نہیں رہتا جو اس چوکیداری کے بدلے میں مقرر ہوئی تھی، چاہے مالک کے حق میں تحفظ پایا گیا ہو یعنی اس کا مال محفوظ رہا ہو۔

Scanned by CamScanner

اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ اجرت چوکیداری کے بدلے میں ہے نہ کہ تحفظ کے بدلے میں کیونکہ پہلی صورت میں مال چوری ہونے کے باوجود وہ اجرت کا مستحق بن رہا ہے جبکہ دوسری صورت میں مال محفوظ ہونے باوجود اسے اجرت نہیں مل رہی۔اور بیمہ کمپنی کے کام کو چوکیداری پر قیاس کرنا اس لئے بھی درست نہیں کہ بیمہ کمپنی تحفظ فراہم کرنے کے لئے کوئی بھی ایسا کام انجام نہیں دیتی جیسا کہ چوکیدار کرتا ہے۔

اور اگر ان حضرات کے قیاس کو درست مان لیا جائے تو پھر یہ بھی کہنا پڑے گا کہ اگر مدت معاہدہ کے اندر وہ مال ضائع ہو جائے جسے تحفظ دیا گیا ہے اور اس کے ضائع کرنے میں بیمہ کمپنی کا ہاتھ نہ ہو جیسا کہ عملاً ایسا ہوتا ہے،تو بیمہ کمپنی بیمہ دار کو کسی قسم کا کوئی معاوضہ ادا نہ کرے جیسا کہ چوکیدار کے معاملے میں ہوتا ہے کہ وہ جس مال کی نگرانی کرتا ہے اگر وہ ایسی صورت میں تلف ہو جائے کہ چوکیدار کا اس میں کوئی قصور نہ ہو تو وہ ذمہ دار نہیں بنتا۔

تو چوکیداری کے معاملے پر قیاس کرنے کا تقاضہ یہ نکلا کہ انشورنس کمپنی بیمہ دار کو نقصان ہونے کی صورت میں پالیسی کی رقم نہ دے، لہٰذا اس کے برعکس قیاس کر کے کمپنی کو پالیسی کی ادائیگی کا ذمہ دار ٹھہرانا اصولِ قیاس کے بھی منافی ہوا۔

پانچواں شبہ: انشورنس کا غرر مضاربت اور مزارعت جیسا ہے

پانچواں شبہ یہ کیا گیا ہے کہ اگر انشورنس میں غرر پایا جاتا ہے تو پھر مضاربہ، مشارکہ اور مزارعت وغیرہ جیسے معاملات میں بھی یہی غرر موجود ہے، کیونکہ جس طرح انشورنس میں پیش آنے والا حادثہ غیر یقینی ہے اور اس کی وجہ سے بیمہ دار کو معلوم نہیں

Scanned by CamScanner

کہ اسے بیمہ پالیسی کے نتیجہ میں کیا ملے گا تو مضاربت وغیرہ کے کاروبار میں بھی فریقین کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں کیا ملے گا، اس لئے کہ کاروبار میں نقصان ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے اور اگر نفع بھی ہو تو یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ کتنا ہوگا، اسی طرح مزارعت کے اندر بھی موسم کے اثرات، بارشوں کی کثرت وقلت اور آسمانی آفات کے خطرات کی وجہ سے پیداوار کا یقینی اندازہ نہیں ہوتا بلکہ بعض مرتبہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ پیداوار حاصل ہو سکے گی یا نہیں ہوگی؟ تو اگر انشورنس کے اندر پیش آمدہ حادثے کے غیر یقینی ہونے کی بنیاد پر اسے ناجائز کہا جا رہا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ مزارعت، مشارکت اور مزارعت اور دیگر ان جیسے معاملات بھی ناجائز ہوں حالانکہ یہ معاملات بالاتفاق جائز ہیں۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عقد کے اندر غرر اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک فریق معاہدے کے اندر طے پانے والا عوض وصول کرلے اور دوسرے کا حق غیر یقینی کیفیت میں ہو جیسے ہوا میں اڑنے والے پرندے کی خرید وفروخت کہ اس میں بیچنے والا شخص قیمت وصول کر لیتا ہے لیکن خریدار کے لئے یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پرندے پر قبضہ کرلے گا یا نہیں، اس لئے یہ غرر ہے جبکہ مضاربت جیسے معاملات میں یہ بات نہیں بلکہ وہاں دونوں فریقوں کا نفع داؤ پر لگا ہوتا ہے اگر نفع ملا تو دونوں کو ملے گا اور نقصان ہوا تو دونوں فریق اسے برداشت کریں گے لہٰذا ان معاملات میں غرر نہیں پایا جا رہا جبکہ انشورنس میں غرر موجود ہے چنانچہ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

Scanned by CamScanner

الغرر المعروف فی کتب الفقه إنّما يحدث إذا استوفی فريق واحد كل مايستحقه بالعقد و يكون حق الآخر على خطر، كبيع الطيرفی الهواء، فإن البائع يحصل علىٰ ثمن والمشتری علىٰ خطر لايدری أيحصل على الطير أم لا؟ و أن فی المضاربة لايحصل ذلك، فإنّه إذا ربحت المضاربة ربح كلّا الطرفين، وإذا خسرت المضاربة خسر كلا الطرفين، فليس هناك غرر فی المضاربة۔ (۱)

فقہ کی کتابوں سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ کسی معاملے میں غرر اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک فریق اپنا پورا حق وصول کر لے اور دوسرے کا حق غیر یقینی کیفیت کا شکار ہو جائے جیسے ہوا میں موجود پرندے کی بیع کہ بیچنے والا شخص تو قیمت لے لیتا ہے لیکن خریدار اس اعتبار سے غیر یقینی کیفیت کا شکار ہوتا ہے کہ نجانے وہ پرندہ حاصل کر سکے گا یا نہیں؟ جبکہ مضاربت میں ایسا نہیں ہوتا، بلکہ اگر نفع ہو تو دونوں فریقوں کو ہوتا ہے اور اگر نقصان ہو تو بھی دونوں فریقوں کو ہوتا ہے، لہٰذا اس میں کوئی عذر نہیں۔

---

(۱) مجلة مجمع الفقة الإسلامی، العدد الثانی، الجزء الثانی، ص ۴۰۰

Scanned by CamScanner

انشورنس کے اندر غرر پائے جانے کے متعلق ذکر کردہ تفصیل اور شبہات و جوابات بیان کرنے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ انشورنس کے اندر غرر کا پہلو موجود ہے اور یہ غررِ یسیر نہیں جسے درگزر کیا جا سکے بلکہ غررِ کثیر ہے اور اس کی وجہ سے انشورنس کا عقد ناجائز ہو جاتا ہے۔

اسلامی فقہ اکیڈمی کی قرارداد

مؤتمر العالمِ الاسلامی (O.I.C) کی ذیلی تنظیم اسلامی فقہ اکیڈمی (جدہ) جس میں دنیا بھر کے علماء کرام شامل ہیں اور وہ جمع ہو کر مسلمانوں کو پیش آمدہ شرعی مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں۔ اس کے اجلاس (منعقدہ ١٤٠٧ھ مطابق ١٩٨٦ء) میں اس موضوع پر تفصیلی بحث و مناقشہ کے بعد یہی طے ہوا کہ انشورنس کا معاملہ ''غرر'' پر مشتمل ہے اور ناجائز ہے، قرارداد بمعہ ترجمہ ذیل ہے:

> إنّ عقد التامين التجاری ذا القسط الثابت الّذی تتعامل بہٖ شرکات التامین التجاری عقدٌ فیہ غررٌ کبیر مفسد للعقد، ولذافھو حرامٌ شرعاً۔ (١)
>
> تجارتی انشورنس جس میں متعین پریمیم پر عقد کیا جاتا ہے اور جس پر انشورنس کی کمپنیاں عمل کرتی ہیں، ایسے غرر فاحش پر مشتمل ہے جو اس عقد کے فاسد ہونے کا سبب ہے اس لئے شرعاً یہ عقد حرام ہے۔

---

(١) المرجع السابق ص ٧٣١، قرار داد نمبر (٢/٩/٩)

غرر کی خرابی بالاتفاق ہے

یہاں یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ اگرچہ ہمارے نزدیک انشورنس میں غرر کے علاوہ سود اور قمار کی خرابیاں بھی پائی جاتی ہیں تاہم کئی معاصر علماء کرام کا خیال یہ ہے کہ اس میں سود اور قمار کی خرابیاں موجود نہیں لیکن غرر کی خرابی کے پائے جانے پر تقریباً سب کا اتفاق ہے گویا انشورنس کے اندر پائی جانے والی غرر کی خرابی ایسی ہے کہ اس کی بناء پر انشورنس کو ناجائز کہنے والے سب حضرات کا اتفاق ہے، البتہ دیگر خرابیوں کے بارے میں مختلف حضرات کے نقطۂ ہائے نظر میں اختلاف ہے۔ ایک اسلامی بینک کے شریعہ بورڈ نے ۱۹۷۷ء میں اس موضوع پر طویل بحث کے بعد بھی یہ نتیجہ نکالا کہ اس میں غرر کی خرابی پر سب کا اتفاق ہے، شریعہ بورڈ کی قرارداد بمعہ ترجمہ ذیل ہے:

ترى الهيئة أنّ التامين التجارى غير جائز شرعاً و هذا هو رأى أكثر الفقهاء الّذين بحثوا هذا الموضوع ولكن هولاء الفقهاء المانعين قد اختلفوافى علة المنع و جملة العلل هى الغرر و الربا و القمار، فمن الفقهاء من يرىٰ أنّ جميع هذه المحظورات موجودة فى التامين التجارى، ومنهم من يرى وجود بعضها فقط۔ وترى الهيئة أنّ المانع من جواز التامين التجارى هو الغرر وهذا المحظور المتفق على تحققه فى عقد

Scanned by CamScanner

التامین التجاری عند القائلین بالمنع۔ (۱)
شریعہ بورڈ کی رائے یہ ہے کہ مروّجہ تجارتی انشورنس شرعاً جائز نہیں اور یہی رائے اس موضوع پر بحث کرنے والوں میں سے اکثریت کی ہے، لیکن جن علماء نے اسے ناجائز کہا ہے ان کے درمیان عدمِ جواز کی علت میں اختلاف واقع ہوا ہے، مجموعی طور پر تین علتیں سامنے آئی ہیں، غرر، ربا اور قمار، بعض حضرات کا خیال ہے کہ انشورنس کے اندر یہ تینوں خرابیاں موجود ہیں، بعض کا کہنا ہے کہ ان میں سے کچھ موجود ہیں، بورڈ کا خیال یہ ہے کہ عدمِ جواز کی وجہ غرر ہے اور یہ وہ سبب ہے جس پر عدم جواز کا حکم لگانے والے سب علماء کا اتفاق ہے۔

انشورنس میں پائی جانے والی چوتھی خرابی

بعض معاصر علماء کے نزدیک انشورنس میں ایک اور خرابی بھی پائی جاتی ہے۔ اور وہ ہے ''بیع الکالی بالکالی''، بیع الکالی بالکالی اُس بیع کو کہتے ہیں جس میں دونوں عوض (Considerations) ادھار ہوں۔ جیسے کوئی شخص کسی سے پچاس روپے کے بدلے قلم خریدے، لیکن نہ خریدار قلم پر قبضہ کرے اور نہ بیچنے والا قیمت پر قبضہ کرے بلکہ دونوں پر قبضہ آئندہ تاریخ میں ہونا طے ہو۔ یہ عقد شرعاً ناجائز ہے اور

(۱) بحوالہٗ موقف فقہاء الشریعۃ الاسلامیۃ من التامین، الضریر (الدکتور محمد الامین الضریر) بحث غیر مطبوع ص ۱۴

Scanned by CamScanner

حدیث کے اندر اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔(۱) انشورنس کے اندر بیع الکالی بالکالی کی خرابی اس طرح پائی جاتی ہے کہ پالیسی ہولڈر پریمیم کی اقساط مستقبل میں ادا کرتا ہے اور اس کے بدلے اُسے پالیسی بھی مستقبل میں ملتی ہے، گویا دونوں عوض (Considerations) پر قبضہ آئندہ تاریخ میں ہوتا ہے۔

ری انشورنس (Re-Insurance)

عصر حاضر میں انشورنس کمپنیوں کے لئے اس وقت تک کامیابی کے ساتھ کام کرنا ممکن نہیں، جب تک کہ وہ کسی دوسری بڑی کمپنی سے ری انشورنس (Re-Insurance) کا معاملہ نہ کریں، ری انشورنس کمپنیوں کا طریقہ کار وہی ہوتا ہے جو انشورنس کمپنیوں کا ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ ری انشورنس کمپنیوں کے پالیسی ہولڈرز افراد کے بجائے مختلف انشورنس کمپنیاں ہوتی ہیں یعنی جو انشورنس کمپنیاں مختلف افراد کے ساتھ انشورنس کا معاملہ کرتی ہیں، وہ اپنے خطرے (Risk) کو کم کرنے کے لئے بعض دوسری کمپنیوں سے اپنا انشورنس کراتی ہیں۔ اس میں ان کی حیثیت انشورڈ (Insured) کی ہوتی ہے۔ اور جس کمپنی سے وہ اپنا انشورنس کراتی ہیں، وہ ''ری انشورنس کمپنی'' کہلاتی ہے۔

چونکہ ری انشورنس کمپنیاں انشورنس کمپنیوں کی طرح کام کرتی ہیں اس لئے ان کے اندر بھی وہ خرابیاں موجود ہوتی ہیں جو انشورنس کمپنی کے اندر پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا ان کا کاروبار بھی شرعاً ناجائز ہے۔

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنه ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم نهی عن بیع الکالئ بالکالئ (سنن الدارقطنی، ج ۲، ص ۷۱)

Scanned by CamScanner

انشورنس کمپنیوں کے شائع کردہ پمفلٹ کا جائزہ

گزشتہ تفصیل سے یہ بات واضح طور پر سامنے آ گئی کہ علماءِ کرام کی نظر میں مروّجہ انشورنس ناجائز اور حرام ہے۔ آج کل انشورنس کمپنی والے بعض مرتبہ ایک پمفلٹ عام لوگوں کے ہاتھوں میں تھما دیتے ہیں، جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ پاک و ہند کے بہت سے علماء نے انشورنس کو جائز قرار دیا ہے۔ کمزور ایمان والے ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کا مصداق بن کر ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ان کی طرف سے شائع ہونے والا یہ پمفلٹ سخت تلبیس اور دھوکہ دہی ہے۔ اس رسالے پر سب سے بہترین تبصرہ وہ ہے جو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''بیمہ زندگی'' میں کیا ہے۔ ہم اس تبصرے کو بعینہٖ نقل کر دیتے ہیں، البتہ جہاں ضرورت ہوئی وہاں مسئلے کی مزید وضاحت کر دی جائے گی۔

اس پمفلٹ پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا تبصرہ

آپ لکھتے ہیں:

> اس رسالہ میں بیمہ کمپنی کی طرف سے بہت لوگوں کی رائیں بیمہ کی اہمیت کے متعلق شائع کی گئی ہیں، جن میں کچھ علماء کے اقوال و فتاویٰ بھی ہیں۔ عام رایوں کے متعلق تو ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ وہ ان کی شخصی آراء ہیں، جن کا مسئلہ شرعیہ سے تعلق نہیں البتہ علماء کے جو اقوال و فتاویٰ نقل کئے گئے ہیں ان میں سخت تلبیس اور مغالطہ ہے اور چونکہ

Scanned by CamScanner

اس کا تعلق شریعت کے حکم سے ہے اس لئے اس کی حقیقت واضح کرنا ضروری ہے۔

جن علماء کے اقوال اس میں پیش کئے گئے ہیں ان میں بجز تین حضرات کے باقیوں کی طرف مروّجہ بیمہ کا جواز منسوب کرنا قطعاً غلط اور تلبیس و مغالطہ ہے۔ ان میں چند علماء کے اقوال تو خود ان کی تصریح کے مطابق اس پر مبنی ہیں کہ ان کو بیمہ کمپنی کے قواعد اور معاملات کا علم ہی نہیں تھا۔ صرف اتنی بات سامنے تھی کہ اس سے امداد باہمی اور ضرورت کے وقت کے لئے آمدنی میں سے بچت کے راستے نکلتے ہیں۔ جس کے مفید اور محمود ہونے میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے۔

مثلاً حضرات ذیل

١۔ مولانا محمد مسلم عثمانی فاضل دیو بند مرحوم

٢۔ شمس العلماء تاجور نجیب آبادی مرحوم

٣۔ مولانا عبدالقادر فاضل دیو بند مرحوم

٤۔ مولانا ابو محمد یونس صاحب فاضل دیو بند مرحوم

٥۔ مولانا فیوض الرحمٰن صاحب نیلا گنبد لاہور

٦۔ مولانا سید محمد طلحہ صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

ان سب حضرات نے اس کی تصریح پوری وضاحت سے فرمادی ہے کہ ہمیں بیمہ کے اصول و قواعد اور معاملات کی تفصیل معلوم نہیں صرف غریبوں کے لئے کچھ پس انداز

Scanned by CamScanner

کرنے کی اور حوادث کے وقت امداد باہمی کی ایک صورت سمجھ کر اس کے جواز کا حکم لکھ رہے ہیں۔

ایسی حالت میں ان کے قول کو بیمہ کے جواز کا فتویٰ قرار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ آمدنی سے کچھ پس انداز کرنا جو ضرورت کے وقت کام آسکے اور حوادث کے وقت مصیبت زدہ کی امداد اگر خلافِ شرع امور سے خالی ہو تو اس کے جائز بلکہ پسندیدہ اور موجبِ ثواب ہونے کا کون انکار کرسکتا ہے۔

لیکن رسالہ ہذا میں پوری تشریح وتفسیر کے ساتھ یہ بات آپ کے سامنے آچکی ہے کہ بیمہ کی مروّجہ صورت میں سود بھی ہے اور قمار (جوا) بھی اور یہ دونوں چیزیں حرام ہیں۔ اگر انہیں حضرات سے وہ تمام تفصیلات جن کی رو سے بیمہ کا سود و قمار پر مشتمل ہونا واضح ہو جاتا ہے پیش کر کے سوال کیا جاتا تو یقین تھا کہ ان میں سے ایک بھی اس کے جواز کا فتویٰ نہ دیتا۔

دوسرے وہ حضرات ہیں جن کے فتاویٰ بیمہ زندگی کے حرام و ناجائز ہونے پر طبع شدہ مشہور و معروف ہیں اور ان کے جو فتاویٰ اس رسالہ میں جمع کیے گئے ہیں ان کا کوئی ادنیٰ سا تعلق بھی بیمہ کے جواز سے نہیں ہے۔

مثلاً اکابر علماء دیو بند: مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

Scanned by CamScanner

اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی، شمس العلماء سید نجم الحسن صاحب لکھنویؒ۔

ان حضرات کے جو فتاویٰ اس رسالہ میں جمع کئے گئے ہیں ان سب کا حاصل اس کے سوا نہیں کہ دارالحرب میں غیر مسلم سے سود لینے کے جواز میں جو بعض فقہاء نے گنجائش دی ہے بعض نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور بعض نے یہ گنجائش بھی نہیں دی، البتہ جب ان کو یہ بتلایا گیا کہ مسلمان جو اپنی رقم کا سود انگریزی بینکوں میں چھوڑ دیتے ہیں تو حکومت اس کو عیسائی مشن کے ذریعہ نصرانیت کی تبلیغ میں خرچ کرتی ہے تو انہوں نے صرف یہ فتویٰ دیا کہ ایسی صورت میں سود کی حرام رقم کو بینک میں نہ چھوڑیں وہاں سے وصول کر کے غریبوں پر صدقہ کر دیں۔ مطبوعہ رسالہ جن لوگوں کے سامنے ہو وہ حرف بحرف اس کی تصدیق کریں گے کہ ان فتاویٰ میں صرف مسئلہ کی یہ نوعیت اس حالت کے لئے بیان کی گئی ہے۔ جب کہ انسان دارالحرب میں رہتا ہو اور اہل حرب اس کے سود کی چھوڑی ہوئی رقم کو اسلام کے خلاف کاموں میں استعمال کرتے ہوں۔ ان مسائل کا پاکستان کی اسلامی حکومت سے کیا واسطہ، پاکستان دارالاسلام ہے، یہاں سود

Scanned by CamScanner

کی رقم نصرانیت کی تبلیغ پر خرچ کرنے کا کوئی امکان نہیں،
اس کے علاوہ یہ بتایئے کہ اس مسئلہ کا بیمہ مروّجہ کے جواز
سے کونسا علاقہ ہے کہ رسالہ بیمہ کی اہمیت، میں ان فتاویٰ کو
نقل کرنے کے بعد رسالہ مذکورہ میں ان بزرگوں پر یہ تہمت
لگائی گئی ہے کہ انہوں نے بیمہ مروّجہ کے جواز کے فتوے
دیئے ہیں۔
کتنی بڑی جسارت ہے کہ ان کا اکابر علماء کی طرف بیمہ
مروّجہ کے جواز کے فتوے منسوب کر دیئے حالانکہ ان سب
حضرات کے فتاویٰ جو عموماً شائع بھی ہو چکے ہیں۔ ان میں
زندگی کے بیمہ مروّجہ کو صراحۃً حرام کہا گیا ہے۔ اور شدت
کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ ان میں سے بہت سے حضرات
کے فتاویٰ شائع بھی ہو چکے ہیں۔ (۱)

وضاحتِ تبصرہ:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے اس تبصرے کا حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ انشورنس کو جائز کہتے ہیں، ان کے اقوال وفتاویٰ کے تین پہلو ہیں۔

۱)...... بعض تو ایسے ہیں کہ جنہوں نے انشورنس کے بارے میں کوئی فتویٰ نہیں دیا، بلکہ جب ان کے سامنے انشورنس کے فوائد رکھے گئے تو انہوں نے اپنی

(۱) بیمہ زندگی ص ۷۴ تا ۷۶۔

Scanned by CamScanner

رائے اور خیال میں اسے ایک پسندیدہ چیز فرمایا جیسے ابوالکلام آزاد اور علامہ اقبال۔

۲)...... بعض علماء نے اگرچہ انشورنس کو جائز کہا، لیکن اس بات کی بھی وضاحت کردی کہ انہیں انشورنس کی صحیح حقیقت کا علم نہیں۔ ان کے سامنے صرف اتنی بات تھی کہ یہ امدادِ باہمی اور ضرورت کے وقت کے لئے آمدنی کی بچت کی ایک صورت ہے۔ ظاہر ہے کہ امدادِ باہمی اور ضرورت کے لئے آمدنی سے بچت کرنا شرعاً ناجائز نہیں بشرطیکہ خلافِ شرع امور سے خالی ہو۔

ان علماء نے جس زمانے میں انشورنس کو جائز کہا، یہ وہی دور تھا جب عالمِ اسلام استعماری قوتوں کے زیرِ اثر تھا۔ ظاہر ہے کہ اس دور میں معاملاتِ جدیدہ پر گہرائی سے غور وفکر نہیں ہو رہا تھا، بلکہ عوام الناس علماء کے سامنے جو صورت بنا کر رکھ دیتے، وہ اُسی کے مطابق جواب دے دیتے۔ انشورنس کی جو صورت اِس وقت رواج پذیر ہے، یہ ہرگز ان کے سامنے نہ تھی، اس لئے ان کے اقوال کو بنیاد پر انشورنس کو جائز کہنا ہرگز درست نہیں۔

۳)...... بعض علماءِ کرام ایسے تھے کہ انہوں نے انشورنس کو جائز نہیں کہا بلکہ ایک اور مسئلہ بیان فرمایا۔ وہ یہ کہ جب ان سے کہا گیا کہ آج کل انگریزی دورِ حکومت ہے، ہندوستان کے بینکوں میں جو مسلمان اپنی رقوم رکھتے ہیں ان پر لازمی طور سود لگتا ہے۔ اب اگر مسلمان اس سود کو وصول نہ کریں تو حکومت اس رقم کو عیسائیت کی تبلیغ پر خرچ کر دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز مسلمانوں کے لئے سخت نقصان دہ ہے تو اُس صورتِ حال کے پیشِ نظر انہوں نے مسلمانوں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ بینک سے اپنی رقم پر ملنے والا سود بھی وصول کرلیں، لیکن اُسے اپنے

Scanned by CamScanner

استعمال میں لانے کے بجائے غریبوں پر صدقہ کر دیں۔

ان کا یہ قول بھی دراصل ایک فقہی مسئلے کی بنیاد پر تھا۔ وہ یہ کہ اس میں فقہاءِ کرام کا اختلاف ہے کہ دارالحرب (کافر ملک) میں مسلمانوں کے لئے کافروں سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے۔ جبکہ دیگر بعض فقہاء اس سے بھی منع کرتے ہیں۔ اِن حضرات نے ان دونوں قسم کے اقوال کو اس طرح احتیاط کے ساتھ جمع کیا کہ ''سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے''۔ اس طرح کہ انہوں نے مسلمانوں کو ان بینکوں سے سود کی رقم لینے کی تو اجازت دے دی تا کہ یہ رقم عیسائیت کی تبلیغ پر خرچ نہ ہو لیکن مسلمانوں کو اپنے ذاتی استعمال میں لانے کی اجازت نہ دی، بلکہ اسے غریبوں اور مسکینوں پر صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔

بھلا خود سوچ کر بتایئے کہ اس مسئلے کا انشورنس کے جواز سے کیا تعلق اور اس کی بنیاد پر انشورنس کے جائز ہونے کا ڈھنڈورا پیٹنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟!

حضرت مفتی محمد شفیعؒ کے اس تبصرہ سے بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ انشورنس کمپنیوں کا دینی معاملات کے اندر طرزِ عمل کس قدر غیر محتاط ہے۔ اور یہی انشورنس سے تعلق رکھنے والے افراد جب حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت آپ نے کیا طرزِ عمل اختیار کیا، اسے آپ خود اِن الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

> عرصہ دراز ہوا کہ احقر سے ایک بیمہ کمپنی کے کسی ایجنٹ نے بیمہ کے جواز و عدم جواز کا سوال کیا۔ ان کے پیشِ نظر تو صرف اتنا تھا کہ میری طرف سے کوئی حرفِ جواز ہاتھ آجائے تو وہ اُسے مسلمانوں کو بیمہ کرانے کی ترغیب و اشتہار اور اپنے کاروبار کی ترقی کا ذریعہ بنائیں جیسا کہ ان

Scanned by CamScanner

کی دِی ہوئی کتاب میں دوسرے بہت سے علماء کے ایسے ہی کلمات کو بطور اشتہار انہوں نے استعمال کیا ہوا تھا اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے جو عبارت لکھی ہوئی تھی، اس میں درمیان سے ایک پوری سطر کاٹ کر نقطے لگائے ہوئے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ مفتی صاحب موصوف نے کمپنی کی منشاء کے خلاف کوئی بات لکھی تھی، اس لئے اس کو درمیان سے حذف کردیا گیا ہے مگر دیانت کا یہ پہلو بھی غنیمت نظر آیا کہ درمیان سے ایک سطر کی خالی جگہ میں نقطے لگا کر اتنا بتلا دیا تھا کہ مفتی صاحب کی عبارت مسلسل نہیں ہے مگر کچھ عرصے بعد دیکھا کہ:

بگولے اس لئے منڈلا رہے ہیں میرے مدفن پر
کہ یہ دھبہ بھی کیوں باقی رہے صحرا کے دامن پر

رفتہ رفتہ دیانت کا یہ ہلکا سا اثر بھی ختم ہوا اور اب جو پمفلٹ شائع ہوئے، ان میں عبارت کو مسلسل کرکے چھاپ دیا گیا۔ اِنا اللہ وانا الیہ راجعون۔

احقر نے اس طرز عمل کو دیکھنے کے بعد احتیاط ضروری سمجھی اور ان سے عرض کیا کہ آپ بیمہ کے مکمل قواعد وضوابط مجھے دیں۔ میں ان کو دیکھ کر کوئی جواب دوں گا۔ اس پر جو کاغذات انہوں نے میرے لئے مہیا کئے وہ صرف بیمہ

Scanned by CamScanner

زندگی سے متعلق تھے۔ ان کو دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ بیمہ زندگی میں شرعی حیثیت سے تین مفاسد ہیں۔ اوّل سود، دوسرا قمار، تیسرا معاہدہ کی بعض شروطِ فاسدہ، اس لئے بصورتِ موجودہ اس کے جواز کی کوئی صورت نہ تھی۔ احقر نے ان کو ایک مسودہ ترمیم کا لکھ کر دیا، جس کے ذریعے یہ کاروبار بغیر کسی قسم کے نقصان کے حرام و گناہ سے نکل جائے۔ انہوں نے ترمیم منظور کرا کر جاری کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا، مگر پھر اس کا کوئی اثر بیمہ کمپنی کے معاملات میں نظر نہ آیا، شاید وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔(۱)

رسالہ ''بیمہ کی اسلامی حیثیت'' کا شرعی جائزہ

حال ہی میں ایک معروف انشورنس کمپنی کی طرف سے ایک چھوٹا سا کتابچہ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے ''بیمہ کی اسلامی حیثیت'' اس رسالے میں مروّجہ انشورنس کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس میں ذکر کردہ تفصیل کے اندر کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس کی وجہ سے مروّجہ انشورنس کو جائز کہا جا سکے۔

اس رسالے میں بیمہ کے جواز پر قرآن مجید کی آیات اور ایک حدیث پیش کی گئی ہیں، لیکن اِن آیات اور اِس حدیث سے کسی بھی طرح انشورنس کا جائز ہونا

(۱) بیمہ زندگی ص ۱۵، ۱۶

Scanned by CamScanner

معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں ذکر کردہ آیات اور حدیث اور ان سے کیا گیا استدلال درج ذیل ہے:

۱)......یآ ایّھا النَبِی لِم تحرّم مَاأحَلّ اللّٰہُ لك (۱)

اے نبی، آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کی ہے۔

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو حلال کہیں تو اُسے حرام کہنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔

صرف اتنا استدلال تو بلاشبہ درست ہے، لیکن اس سے کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مروّجہ انشورنس جس میں سود اور قمار (جوا) کی خرابیاں موجود ہیں وہ جائز ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس استدلال کا تقاضا یہ ہے کہ انشورنس کو جائز کہنے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ حلال کہیں، جب اُسے حرام کہنے میں احتیاط کی ضرورت ہے تو کیا وہ عمل جس کو اللہ تعالیٰ نے صریح حرام اور اللہ و رسول کے ساتھ اعلانِ جنگ کہا ہے، کیا اُسے حلال کہتے ہوئے احتیاط کی ضرورت نہ ہوگی!!!

۲)...... دوسری آیت:

وإذ قال رَبُّكَ للملٰئِكَةِ اِنّی جَاعِلٌ فِی الأرْضِ خليفة(۲)

اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین

(۱) سورہ التحریم، آیت ۱

(۲) سورۂ بقرہ، آیت ۳۰

Scanned by CamScanner

میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

۳)...... تیسری آیت:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔

۴)...... چوتھی آیت:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِنْهُ

اور اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی ساری چیزیں تمہارے لئے مسخر کردیں۔

ان آیات کے مجموعہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ چونکہ انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے، اس لئے علم سے استفادہ کرنا نوعِ انسانی کا حق ہے۔ اور بیمہ کی بنیاد ریاضی، علم شماریات (Statics) اور ایکچوئل سائنس (Actual Science) پر قائم ہے۔ لہٰذا اس سے استفادہ کرنا بھی انسانی حق ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

یہ استدلال دیکھ کر بے اختیار یہ شعر یاد آیا کہ ؎

اِس زلف پہ پھبتی شبِ دیجور کی سوجھی

اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

بھلا کہاں یہ آیات اور کہاں انشورنس کا جائز ہونا۔ اِن آیات میں تو انسانی عظمت، علم سیکھنے کی فضیلت اور انسان کی خدمت کے لئے تسخیر کائنات جیسے مسائل

Scanned by CamScanner

ذکر کئے گئے ہیں، ان سے کہیں دور دور تک بھی سود و قمار جیسی صریح حرام چیزوں پر مشتمل انشورنس کے معاملے کا جائز ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ذکر کردہ حدیث اور استدلال:

درج بالا آیات کریمہ کے علاوہ اس کتابچہ میں ایک حدیث کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جس میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے۔ وہ اونٹ پر سوار تھے۔ اس سے اترے اور اُسے کھلا چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے اپنی سواری کو باندھ کر آؤ۔ اُس نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا:

اونٹنی کو باندھو اور پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔

اس حدیث کے تحت لکھا ہے:

> اس حدیث سے اشارہ ملتا ہے کہ مسلمانوں کو غیر ضروری خطرہ مول نہیں لینا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو، احتیاط اور حفظِ ماتقدم کرنا چاہئے۔ ایک شخص کسی مہلک بیماری سے تحفظ کی خاطر انجکشن لگواتا ہے، وہ ذرا سی رقم کو خرچ کر کے اور تھوڑی سی تکلیف برداشت کر کے بھاری خرچ اور بڑے نقصان (جس میں جان کا اندیشہ بھی ہوسکتا ہے) سے بچ جاتا ہے۔ یہی صورت بیمہ کی بھی ہے کہ آپ مالی تباہی سے بچنے کے لئے بیمہ کی شکل میں ایک احتیاطی تدبیر اختیار

Scanned by CamScanner

کر لیتے ہیں، اور یوں مندرجہ بالا حدیث شریف کے عین
مطابق عمل کرتے ہیں۔

اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنا شرعاً جائز ہے اور اس کا ثبوت حدیث سے ملتا ہے اور بیمہ بھی ایک احتیاطی تدبیر ہے، لہٰذا یہ بھی جائز ہے۔ آگے اِس سے کوئی بحث نہیں کی کہ احتیاطی تدبیر حلال طریقے سے ہو یا حرام طریقے سے۔ لہٰذا اگر اس حدیث کا سہارا لے کر ہر طرح کی احتیاطی تدبیر کی اجازت دی جائے تو ایک غریب اور بے کس انسان اگر اپنا یا اپنے بچوں کا پیٹ پالنے یا ان کا مستقبل تاریک ہونے سے بچانے کے لئے چوری کرتا ہے تو اُس کے اس عمل کو ''احتیاطی تدبیر'' کا نام دے کر جواز کا لبادہ پہنایا جاسکتا ہے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

یہ دلیل تو بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''کلوا واشربوا'' (کھاؤ پیو) اور خنزیر و شراب بھی کھانے پینے کی چیزیں ہیں، لہٰذا خنزیر کا کھانا اور شراب کا پینا مندرجہ بالا آیت مبارکہ کے عین مطابق عمل کرنا ہے۔

معمولی سی عقل رکھنے والا مسلمان بھی اِس مغالطہ آمیز دلیل سے کبھی دھوکہ نہیں کھائے گا اور فوراً کہہ اٹھے گا کہ اگرچہ قرآن مجید نے کھانے پینے کا حکم دیا ہے لیکن اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حلال چیزیں کھاؤ۔ حرام چیزیں جن کی ممانعت قرآن کریم وحدیث میں آ چکی ہے، وہ اس آیت کی وجہ سے حلال نہ ہوں گی۔ بعینہ اسی طرح اِس حدیث میں جن احتیاطی تدابیر کا حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد ''جائز احتیاطی تدبیر'' ہیں، خصوصاً اس حدیث میں ذکر کردہ واقعہ بھی اسی طرف اشارہ کرتا

Scanned by CamScanner

ہے کہ آپ نے حفاظت کے پیشِ نظر احتیاط کے طور پر اونٹنی کو رسی سے باندھنے کا حکم دیا اور یہ بالاتفاق ایک جائز احتیاطی تدبیر ہے۔ لہٰذا سود اور جوا جیسی صریح حرام چیزوں پر مشتمل انشورنس کا معاملہ اس حدیث کی وجہ سے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہوگا۔

انشورنس کا حکم جاننے سے متعلق اصولی بات

عصرِ حاضر میں بعض لوگوں کا طرزِ عمل یہ ہے کہ جب ان کے سامنے کسی جدید معاملے کے جائز یا ناجائز ہونے کا حکم بیان کیا جاتا ہے تو وہ جھٹ سے یہ کہتے ہیں کہ یہ بات قرآن یا حدیث میں کہاں ہیں۔ چنانچہ انشورنس کے بارے میں بھی بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ انشورنس تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا ہی نہیں تو پھر یہ ناجائز کیسے ہوگیا۔ یہ ایک بالکل جدید معاملہ ہے۔

یہ اندازِ گفتگو درست نہیں کیونکہ کسی مالی معاملے کا شرعی حکم جاننے کا مدار اس بات پر ہرگز نہیں ہوتا کہ یہ معاملہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے یا یہ ایک بالکل جدید معاملہ ہے بلکہ بنیادی طور پر مدار اس بات پر ہے کہ اس معاملے کی حقیقت کیا ہے؟ اگر وہ معاملہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایسا ہے کہ شریعت کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہے تو وہ ناجائز قرار پائے گا خواہ وہ اپنے وجود کے اعتبار سے کتنا ہی جدید کیوں نہ ہو اور اگر وہ معاملہ ایسا ہے کہ شرعی اصولوں کے خلاف نہیں تو اُسے ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں، خواہ وہ معاملہ کتنا ہی قدیم زمانے سے رائج ہو۔

خلاصہ یہ کہ مالی معاملات کے بارے میں شریعت ہمیں صرف وہ نکات اور اصول بتاتی ہے، جن کی وجہ سے کوئی معاملہ ناجائز ہوسکتا ہے یا جائز قرار پاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

انہیں نکات اور اصولوں کی روشنی میں اس معاملے کا شرعی حکم معلوم کیا جائے گا۔ چنانچہ تجارت کی کیسی ہی نئی سے نئی شکل وجود میں آ جائے، اس کا حکم معلوم کرنے کے لئے یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ یہ طریقہ بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھا یا نہیں، بلکہ اس کا حکم معلوم کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ یہ دیکھا جائے کہ جن چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے کیا وہ چیزیں تو اس میں موجود نہیں۔ اگر وہ چیزیں موجود نہ ہوں تو وہ معاملہ خود بخود جائز قرار پائے گا لیکن اگر اس کی حقیقت میں کچھ ایسی خرابیاں پائی جا رہی ہوں جن سے شریعت نے منع کیا ہے تو وہ معاملہ بھی شرعاً ناجائز کہلائے گا۔

اسی اصول کی روشنی میں انشورنس کا حکم معلوم کرنے کے لئے غور و فکر کیا گیا تو یہ بات سامنے آئی کہ مروّجہ انشورنس ایک ایسا معاملہ ہے جو سود، قمار اور جوے پر مشتمل ہے اور یہ تینوں چیزیں حرام ہیں، لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ مروّجہ انشورنس حرام ہے، اگرچہ یہ اپنے وجود کے اعتبار سے ایک جدید معاملہ ہے۔

کیا مروّجہ انشورنس کو ضرورت یا حاجت کی وجہ سے جائز کہا جا سکتا ہے؟

یہ بات تو واضح ہو چکی کہ مروّجہ انشورنس شرعاً ناجائز ہے، لیکن دوسری طرف اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انشورنس اس وقت ہماری کاروباری زندگی کا لازمی حصہ بن چکا ہے جس کی وجہ سے قدم قدم پر اس سے واسطہ پڑتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر ملک میں اسلامی حکومت ہو اور وہ کفالت

Scanned by CamScanner

عامہ کے تمام فرائض سرانجام دے رہی ہو مثلاً بیروزگار لوگوں کو وظائف دے رہی ہو، تعلیم پر پورا خرچ کر رہی ہو، یتیم بچوں کی پرورش کا انتظام کر رہی ہو اسی طرح اگر کسی کو نقصان کا سامنا کرنا پڑے تو اس کی تلافی کا انتظام کر رہی ہو وغیرہ، تو پھر مروّجہ انشورنس کی ضرورت باقی نہیں رہتی، موجودہ حالت میں انشورنس کی اہمیت اس وجہ سے بڑھ گئی ہے کہ ہمارے ہاں ایسی اسلامی حکومت کا کوئی عملی وجود نہیں جو کفالت عامہ کی ذمہ داریاں پوری کر رہی ہو۔

یہ بات اگرچہ ایک حد تک درست ہے اور اگر واقعتہً اسلامی حکومت کفالت عامہ کے فرائض انجام دے تو بہت سے شعبوں میں خصوصاً لائف انشورنس کے معاملے میں مروّجہ انشورنس کی اس قدر ضرورت محسوس نہیں ہوتی لیکن مروّجہ انشورنس کی اہمیت کی ایک بہت بڑی وجہ جدید تجارت ہے، آج کل اتنے بڑے بڑے پیمانوں پر تجارتیں وجود میں آچکی ہیں کہ بسااوقات کسی تجارت میں عوام کا سرمایہ بھی ہوتا ہے، اور حکومت بھی اپنا پیسہ لگاتی ہے اور اس کا دائرہ اتنا وسیع ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں اسلامی حکومت کے لئے بھی انشورنس کے تمام فوائد مہیا کرنا آسان نہیں ہوتا اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ عصر حاضر میں انشورنس کی اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا موجودہ دور میں انشورنس کے اندر موجود خرابیوں کے باوجود ضرورت کے پیش نظر اسے اختیار کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں جس ضرورت کے پائے جانے پر حرام کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے اس کا مفہوم وہ نہیں جو اردو زبان میں لفظ ''ضرورت'' کا مفہوم ہے بلکہ شریعت کے نزدیک حرام کا ارتکاب کرنے کے لئے

Scanned by CamScanner

صرف وہ ضرورت معتبر مانی گئی ہے کہ اگر اس کا ارتکاب نہ کیا جائے تو (بھوک، ننگے پن یا بیماری کی وجہ سے) جان یا کسی عضو کے ہلاک ہونے کا خوف ہو اور اس حرام چیز کے علاوہ کوئی اور حلال چیز، بھوک مٹانے، علاج کرانے یا پہننے کے لئے نہ ہو تو یہ اضطرار یا مجبوری کی حالت کہلاتی ہے، ایسی صورت میں اگر کوئی شخص اس چیز کو برا سمجھتے ہوئے اور دین کی اطاعت برقرار رکھتے ہوئے وہ چیز بقدر ضرورت استعمال کرے تو شریعت میں اس کی گنجائش ہے۔

چنانچہ علامہ حموی رحمہ اللہ عنہ لکھتے ہیں:

الضرورة بلوغه حدّاً إن لم يتناول الممنوع، هلك أو قارب و هذا يبيح الحرام-(۱)

ضرورت یہ ہے کہ آدمی اس حد تک پہنچ جائے کہ اسے خطرہ ہو کہ اگر وہ حرام چیز نہ کھائے گا تو ہلاک ہو جائے گا یا ہلاکت کے قریب پہنچ جائے گا۔ اس حد پر پہنچنے کے بعد حرام جائز ہو جاتا ہے۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ انشورنس کے کاروبار میں اس درجہ ضرورت نہیں پائی جاتی کہ اگر اسے بند کر دیا جائے تو جان کی ہلاکت کا یا اعضاء کے تلف

(۱) غمز عيون البصائر على الأشباه والنظائر، الحموى، (الشيخ احمد بن محمد الحموى) كراتشى، ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، الطبعة الأولى، ۱۴۱۸ھ (۱/ ۲۵۲)

...... انظرأ ايضاً: أحكام القرآن، العثمانى (ظفر احمد العثمانى) كراتشى، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، الطبعة الأولى، ۱۴۰۷ھ......۱۹۸۷م ج ۲/،، ص ۱۲۵

Scanned by CamScanner

ہونے کا اندیشہ ہو، اس لئے نظریہ ضرورت کے تحت اسے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

لیکن یہ تفصیل اس وقت ہے جب ہم یہ کہیں کہ انشورنس کے اندر غرر کے علاوہ قمار اور سود کی خرابیاں بھی موجود ہیں اور یہی بات راجح ہے۔ البتہ بعض معاصرین کے نزدیک انشورنس کے اندر صرف ''غرر'' کی خرابی پائی جاتی ہے اور غرر کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ ''حاجت'' کے وقت بھی جائز ہو جاتا ہے اور حاجت کا درجہ ضرورت سے کم ہے کیونکہ حاجت کی حقیقت یہ ہے کہ اگر ممنوع چیز کا ارتکاب نہ کیا جائے تو مشقت اور تکلیف کا سامنا تو کرنا پڑتا ہے لیکن ہلاکت کا اندیشہ نہیں ہوتا (۱) تو اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ اگر انشورنس میں صرف ''غرر'' کی خرابی پائی جاتی ہے تو کیا موجودہ حالات میں ''حاجت عامہ'' کے پائے جانے کی وجہ سے اس کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حاجت کی وجہ سے کسی عقد کے جواز کا حکم اس وقت لگایا جاسکتا ہے جب مقصد تک پہنچنے کے لئے کوئی دوسرا جائز راستہ نہ ہو، لہٰذا اگر انشورنس کا ایسا شرعی متبادل سامنے آجاتا ہے کہ اس میں غرر موجود نہیں یا ایسا غرر ہے کہ جو شرعاً معاف ہے تو پھر جن حضرات نے صرف ''غرر'' کی بنیاد پر انشورنس کو ناجائز کہا ہے ان کے نزدیک بھی ایسے متبادل کی صورت میں موجودہ انشورنس کے غرر کو قابل برداشت نہیں کہا جاسکتا۔(۲)

---

(۱) غمز عیون البصائر بحواله بالا، الحاجة كالجائع الّذی لولم يجد ما يا كله لم يهلك غير انه يكون فی جهدٍ و مشقةٍ

(۲) لیکن جیسا ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک انشورنس کے اندر غرر کے علاوہ قمار اور ربا کی خرابی بھی موجود ہے، اس لئے ہمارے نزدیک اگر بالفرض مروّجہ انشورنس کا کوئی شرعی متبادل نہ بھی ہوتو بھی محض حاجت کی وجہ سے انشورنس کا معاملہ جائز نہ ہوگا۔

Scanned by CamScanner

اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا موجودہ حالات میں انشورنس کا کوئی ایسا تصور یا عملی وجود پایا جاتا ہے جو مذکورہ بالا خرابیوں سے پاک ہوتا کہ اسے شرعی متبادل کے طور پر اختیار کیا جاسکے۔

Scanned by CamScanner

حصہ دوم

تکافل

Scanned by CamScanner

شرعی متبادل: تکافل

مروّجہ انشورنس کا شرعی متبادل بیان کرنے سے پہلے یہاں چند باتوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

ا۔ مروّجہ انشورنس کے بنیادی طور پر دو پہلو ہیں۔

الف......اس کا نظریہ (Concept)

ب......اس کی عملی صورت (Practice)

متبادل بیان کرنے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ انشورنس کا نظریہ اسلام سے متصادم ہے یا اس کی عملی صورت کے اندر کوئی خرابی ہے یا دونوں چیزیں خلافِ شریعت ہیں؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انشورنس کی بنیاد دو نظریوں (Concepts) پر ہے۔

انشورنش کا پہلا نظریہ

انشورنش کا پہلا نظریہ تو یہ ہے کہ معاشرے کے افراد کو جن خطرات کا سامنا ہوتا ہے اسے برداشت کرنے کا بوجھ صرف مصیبت زدہ آدمی پر ڈالنے کے بجائے بہت سارے لوگوں پر ڈالا جائے تاکہ اس خطرے کو آسانی سے برداشت کیا جاسکے، مثال کے طور پر ایک ہزار آدمی انشورنس کراتے ہیں ان میں سے ہر آدمی دس دس ہزار روپے جمع کراتا ہے، پھر ان میں سے کسی ایک آدمی کو ایسا خطرہ پیش آجاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا ایک لاکھ روپے کا نقصان ہوجاتا ہے تو اب اگر صرف یہی آدمی یہ سارا نقصان برداشت کرے تو اس کے لئے کافی مشکل ہے، لیکن اگر اس کے

Scanned by CamScanner

بجائے ہزار آدمی مل کر اس کو برداشت کریں تو یہ زیادہ آسان ہے۔

جہاں تک اس نظریئے کا تعلق ہے تو شرعاً اس میں کوئی خرابی نہیں پائی جاتی بلکہ یہ نظریہ شرعاً پسندیدہ اور مستحسن نظریہ ہے اور اس کی نظیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کے عمل سے ملتی ہے، چنانچہ قبیلہ اشعر کے لوگوں کا یہ عمل روایات میں آتا ہے کہ میدان جنگ میں جب ان کا سامانِ ختم ہونے لگتا یا شہر میں رہتے ہوئے جب سامان خوردنوش کی قلت ہوتی تو ہر ایک کے پاس جو سامان ہوتا وہ لے آتا اس طرح ایک جگہ ساروں کا سامان جمع ہو جاتا تو پھر ایک برتن کے ذریعے برابر برابر تقسیم کر لیتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

فهم منّی و أنا منهم (۱)

پس وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

یہ روایت بتلاتی ہے کہ قبیلہ اشعر کے لوگ یہ کام اس وقت کرتے جب سامان خوردونوش ہر ایک کے پاس اتنا نہیں ہوتا تھا کہ آنے والے خطرے (بھوک) کا مقابلہ کر سکے، بلکہ صورت حال یہ ہوتی کہ کسی کے پاس سامان ضرورت سے کم ہوتا یا بالکل نہیں ہوتا اور کسی کے پاس ضرورت کی مقدار ہوتی یا اس سے زائد ہوتا لیکن

---

(۱) الصحیح للبخاری، کتاب الشرکة، حدیث: ۲۳۵۴، الصحیح لمسلم، باب من فضائل الأشعریین، حدیث:۲۴۹۹، مسند أبی عوانة باب بیان ثواب مجهر الغازی، الخ حدیث:۷۴۰۷، روایت کے الفاظ یہ ہیں: انّ الأشعر یین إذا أرسلوا فی غداة أوقل طعام عیالهم فی المدینة جمعوا ماكان عندهم فی ثوابِ واحدٍ ثم اقتسموا بینهم فی إناء واحدٍ بالسویة فهم منّی وأنا منهم

Scanned by CamScanner

جب مجموعی طور پر تمام حضرات اپنی طرف سے خوراک جمع کرتے تو بھوک کے خطرے میں مبتلا شخص کی پریشانی دور ہو جاتی اور اس کی اس پریشانی کا بوجھ جب بہت سارے افراد پر ڈالا جاتا تو ان کے لئے اسے برداشت کرنا بھی آسان ہو جاتا ورنہ اگر صرف خطرے میں مبتلا شخص ہی اپنی پریشانی کے ازالہ کے لئے کوشش کرتا تو اُسے زیادہ مشقت کا سامنا کرنا پڑتا۔

اسی طرح اسلام کا نظامِ معاقل بھی اِسی بنیاد پر قائم ہے۔ اِس نظام کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص غلطی کی وجہ سے دوسرے کو قتل کر بیٹھے تو اُس پر اُس مقتول کی دیت (خون بہا) واجب ہوتی ہے لیکن اس دیت کی مقدار چونکہ کافی زیادہ ہوتی ہے(۱) جسے ایک عام انسان کے لئے برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے، اس لئے شریعت نے یہ ضابطہ بنایا کہ یہ دیت صرف وہی شخص ادا نہیں کرے گا جس نے غلطی سے کسی کو قتل کیا، بلکہ اس کے ساتھ اس کے عاقلہ بھی ادائیگی میں اس کے ساتھ شریک ہوں گے۔ یہ سب مل کر تین سال تک تھوڑا تھوڑا ادا کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ساری دیت ادا ہو جائے۔

''عاقلہ'' سے مراد اُس قاتل کے وہ قریبی لوگ ہیں جو روزمرہ زندگی میں اُس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، جیسے اہل قبیلہ یا اگر کسی ادارے میں وہ ملازمت کرتا ہے تو اس ادارے میں کام کرنے والے دوسرے ملازمین وغیرہ (اس کی تفصیل فقہی کتب میں موجود ہے)

---

(۱) قتل کی مختلف قسموں میں مختلف طرح کے اونٹ یا ان کی قیمت واجب ہوتی ہے، البتہ ان کی تعداد سو ہے۔ ظاہر ہے کہ سو اونٹوں کی قیمت کافی زیادہ ہے جسے ایک عام انسان کے لئے برداشت کرنا مشکل ہے۔

Scanned by CamScanner

اس نظام کی حقیقت بھی اسی تصور پر ہے کہ جب کسی ایک شخص پر کوئی مصیبت آئے تو وہ شخص تنہا اُسے برداشت نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ دوسرے افراد مل کر اُس کے ساتھ تعاون کریں۔ یہ بالکل تعاونی بیمہ (Co-operative Insurance) کی طرح ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اندلس کی مسلم حکومت کے دور میں اسی تصور کی بنیاد پر تعاونی بیمہ کا آغاز کیا گیا تھا۔

انشورنس کا دوسرا نظریہ

انشورنس کا دوسرا نظریہ جو بنیادی طور پر لائف انشورنس میں کارفرما ہے، یہ ہے کہ ہر شخص کو چاہیے کہ آنے والے وقت کے لئے کوئی پس خوردہ جمع کر کے رکھے تا کہ آنے والے وقتوں میں اُس کے یا اس کی اولاد کے کام آئے اور اس کے انتقال کے بعد اس کی اولاد مالی پریشانی کا شکار نہ ہو۔

اگرچہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ نظریہ توکّل کے منافی ہے۔ آنے والے وقتوں کا حال صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر چھوڑنا چاہیے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ نظریہ اسلامی تعلیمات سے متصادم نہیں۔ ایک حدیث میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے:

> اِنَّك أن تَدَعَ وَرَثَتَك أغنِياء خيرٌ مِن أن تَدَعَهُم عَالَةً يَتكَفَّفُونَ النَّاس (متفق عليه)
>
> تم اپنے ورثاء کو تونگری (مالداری) کی حالت میں چھوڑو، یہ بہتر ہے اس سے کہ تم اُنہیں تنگدستی کی حالت میں چھوڑو کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔

Scanned by CamScanner

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص جائز طریقے سے کوئی ایسی صورت اختیار کرتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کے انتقال کے بعد اُس کی اولاد مالی طور پر پریشان نہ ہو، تو اس کا یہ عمل ناجائز نہیں۔

مروّجہ انشورنس کی بنیاد انہی دو نظریوں (Concepts) پر ہے اور یہ دونوں نظریئے شرعاً نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ انشورنس کا نظریہ قابلِ اعتراض نہیں بلکہ اعتراض کا تعلق صرف اس کی عملی صورت سے ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ بعض مرتبہ انشورنس سے تعلق رکھنے والے افراد مروّجہ انشورنس کو جائز قرار دینے کے لئے اس کے نظریاتی پہلو کا سہارا لیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ انشورنس کی وجہ سے ایک تاجر اپنے کاروبار کو باقی رکھنے کے قابل رہتا ہے، ایک شخص اپنی اولاد کے مستقبل کو بہتر سے بہتر بنانے کے قابل ہو جاتا ہے، اگر کسی شخص کی اچانک موت واقع ہو جائے اور اس نے انشورنس کرایا ہوا ہو تو اس کی اولاد کو پریشانی نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے کئی فوائد گنوانے کے بعد کہتے ہیں کہ بھلا جس چیز کے اتنے فائدے ہوں، وہ اسلام میں کیسے حرام ہو سکتی ہے۔

اس کا جواب واضح ہے کہ جن فوائد کے پیشِ نظر انشورنس کرانے کی دعوت دی جاتی ہے، بلاشبہ ان کا حاصل کرنا جائز بلکہ پسندیدہ ہے، لیکن ایک شرط کے ساتھ۔ وہ یہ کہ اِن فوائد کو حاصل کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جائے، وہ بھی شرعاً جائز ہو، ورنہ ''نیکی برباد، گناہ لازم'' کی خرابی پیدا ہو جائے گی۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص دیکھتا ہے کہ اس کے پڑوس میں ایک انتہائی غریب بیوہ خاتون رہتی ہے، جو غربت کی آخری لکیر تک پہنچنے کی وجہ سے دو

Scanned by CamScanner

وقت کے کھانے سے بھی تنگ ہے۔ اُسے ان پر رحم آیا لیکن خود اُس کے پاس انہیں دینے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اُس نے ایک مالدار کے گھر میں ڈاکہ ڈالا اور بھاری رقم لاکر اُس عورت کی گود میں ڈال دی۔ قانون حرکت میں آیا اور اُسے گرفتار کرلیا گیا۔ اب اگر وہ اپنے اس عمل کے جائز ہونے کے لئے ''غریب کے ساتھ ہمدردی'' کی کتنی ہی اہمیت اور فضائل کیوں نہ بیان کرے، وہ قابل مواُخذہ مجرم ہی سمجھا جائے گا اور اُسے بتایا جائے گا کہ تمہارا جذبہ (Intention) بلاشبہ قابل قدر ہے لیکن اس کی تکمیل کے لئے جو راستہ اختیار کیا گیا، وہ خلافِ قانون اور غیر شرعی ہے، اس لئے تمہارا یہ عمل غلط کہلائے گا۔

بالکل اسی طرح انشورنس کے پیچھے جو نظریہ کارفرما ہے، وہ بلاشبہ قابلِ قدر ہے لیکن اس کی تکمیل کے لئے جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ غیر شرعی ہے، اس لئے انشورنس کے عمل کو ناجائز کہا جائے گا۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی بھی معاملے کا شرعی متبادل تلاش کرنا اس وقت ضروری ہوتا ہے جب حالات و واقعات سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہو، لیکن اگر وہ چیز ایسی ہے کہ معاشرے کی ضروریات اس سے وابستہ نہیں یا اگر وہ ایسے نظریئے پر مبنی ہے جس کی شریعت حوصلہ افزائی نہیں کرتی تو بھی اس کے متبادل کی تلاش ضروری نہیں رہتی۔

انشورنس کے متعلق ہماری گزشتہ گفتگو سے یہ بات سامنے آ چکی ہے کہ انشورنس ہمارے معاشرے کا ایک ضروری حصہ بن چکا ہے، لہٰذا اس کا اسلامی متبادل تلاش کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔

Scanned by CamScanner

کیا شرعی متبادل کمرشل بنیادوں پر ہوسکتا ہے یا نہیں؟

شرعی متبادل کی ایک بنیادی صورت تو یہ ہے کہ چند افراد مل کر ایک گروپ انشورنس بنالیں جس میں یہ لوگ عطیات (Donations) جمع کراتے رہیں اور پھران عطیات سے مخصوص لوگوں کے خطرات کا ازالہ کیا جائے اس کی حقیقت ایسی ہی ہوگی جیسے قبیلہ اشعر کا ذکر کردہ طرز عمل یا اسلام کے نظام معاقل کی وہ تفصیل جو پیچھے بیان ہوچکی ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس طرح نان کمرشل انشورنس سے ہماری بعض ضروریات تو پوری ہوسکیں گی لیکن بڑی تجارتی ضروریات اس وقت تک پوری نہیں ہوں گی جب تک ایسا اسلامی متبادل تیار نہ کیا جائے جو ہر آدمی کی ضرورت پورا کرسکتا ہواور ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہو۔

ظاہر ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر انشورنس کمپنیوں کے قیام کے لئے کسی کا ذاتی فائدہ ڈالنا ضروری ہے ورنہ کوئی بھی انشورنس کمپنی بنانے کے لئے تیار نہ ہوگا، لہٰذا معلوم ہوا کہ اسلامی متبادل بھی کمرشل بنیادوں پر ہوگا، لیکن پھر یہی سوال اٹھتا ہے کہ انشورنس کے اندر قمار، غرر اور ربا کی خرابیاں تو اسے کمرشلائز کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھیں، جب اسلامی متبادل بھی کمرشل بنیادوں پر ہوگا تو اس میں بھی یہی خرابیاں دوبارہ آجائیں گی تو ان خرابیوں سے بچنے کا کیا طریقہ ہوگا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان خرابیوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ انشورنس ایگریمنٹ کے موجودہ ڈھانچے کے اندر تبدیلی پیدا کی جائے یعنی اس عقد کی حقیقت کو تبدیل کردیا جائے۔

Scanned by CamScanner

دو متبادل

یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ مروّجہ انشورنس کا معاملہ درحقیقت ایک عقدِ معاوضہ (Commutative Contract) ہے، جس میں پالیسی ہولڈر (انشورڈ) پالیسی خریدتا ہے اور اس کے بدلے اقساط ادا کرتا ہے جبکہ انشورنس کمپنی اقساط کے بدلے میں متعینہ پالیسی فروخت کرتی ہے خرید وفروخت کے اس ڈھانچے کی وجہ سے ساری خرابیاں پیدا ہوئیں، شرعی متبادل میں اس ڈھانچے کو تبدیل کیا جائے گا۔

اس سلسلے میں اب تک کی گئی کوششوں کے نتیجے میں دو طرح کے متبادل وجود میں آچکے ہیں، پہلا متبادل وقف کی بنیاد پر ہے جبکہ دوسرے متبادل کی بنیاد تبرع پر ہے۔(۱)

ان دونوں متبادِل طریقوں میں اصل اور قابلِ لحاظ بات یہی ہے کہ ان کے ذریعے انشورنس کے معاملے کو عقدِ معاوضہ (Commutative Contract) ہونے سے نکالا گیا ہے۔

---

(۱) یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ بنیادی طور پر تو صرف مذکورہ بالا دو متبادل ہیں۔ وقف ماڈل جو کہ پاکستان میں زیر عمل ہے اور تبرع ماڈل جو کہ شرقِ اوسط اور ملائشیا وغیرہ میں رائج ہے، لیکن عام طور پر شرقِ اوسط میں رائج ماڈل کو تو تبرع ماڈل کا نام دیا جاتا ہے جبکہ ملائشیا میں اسے مضاربہ ماڈل بھی کہا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ بھی تبرع ماڈل ہے، اسے مضاربہ ماڈل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ملائشیا میں فیملی تکافل پہلے متعارف کرایا گیا اور فیملی تکافل میں پریمیم کا زیادہ حصہ سرمایہ کاری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ یہ سرمایہ کاری مضاربہ کی بنیاد پر ہوتی ہے، اس لئے اسے مضاربہ ماڈل کا نام دیا گیا۔

Scanned by CamScanner

پہلا متبادل: وقف کی بنیاد پر

جیسا کہ پیچھے عرض کیا گیا کہ مروّجہ انشورنس کے ابھی تک عملی طور پر دو شرعی متبادل سامنے آ چکے ہیں۔ایک وقف کی بنیاد پر اور دوسرا تبرع کی بنیاد۔

اگرچہ عالمی نقشے پر تبرع کی بنیاد پر تکافل کا عملی نظام پہلے وجود میں آیا، جیسے ملائشیا اور بعض عرب ممالک میں لیکن ہمارے ملک میں تبرع کے بجائے وقف کے نظام کو وجود میں لایا گیا ہے، اس لئے ہم نے اسے پہلا متبادل قرار دے کر پہلے اس کا تفصیلی تعارف پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

تعارف:

وقف فقہ اسلامی ایک اصطلاح ہے۔ جس کے لغوی معنیٰ (Lexical Meaning) ہیں ''روکنا''۔شریعت کی اصطلاح میں کسی چیز کو اپنی ملکیت سے نکال کر اس کے منافع کو شرعی مصارف پر خرچ کرنے کے لئے دینے کا نام ''وقف'' ہے، جیسے مساجد، قبرستان اور رفاہی ادارے کے لئے کوئی جگہ وقف کرنا۔

شرعی نقطۂ نظر سے وقف کے صحیح ہونے کیلئے دیگر شرائط کے علاوہ ایک بنیادی شرط یہ بھی ہے کہ وقف دائمی یعنی ہمیشہ کیلئے ہو اور ایسی جہت اور مصرف کیلئے ہو جو شرعاً معتبر ہے، کسی ناجائز یا حرام کام کیلئے کوئی چیز وقف کرنا جائز نہیں۔

وقف شخصِ قانونی (Juristic Person) ہے:

وقف کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ بذاتِ خود ایک شخصِ قانونی ہے، یعنی یہ اپنا مستقل وجود رکھتا ہے اور بعض ایسے اوصاف جو شخصِ حقیقی میں پائے جاتے ہیں، وہ

Scanned by CamScanner

اس میں بھی پائے جاتے ہیں، مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

وقف کے لئے اگرچہ شخصِ قانونی کی اصطلاح استعمال نہیں ہوئی مگر حقیقت میں یہ ایک شخصِ قانونی ہے۔ اس لئے کہ وقف مالک ہوتا ہے، مسجد یا وقف کو چندہ دیا جائے یا کوئی اور چیز دی جائے تو وہ چندہ یا دیگر عطیات وقف نہیں ہوتے جب تک ان کے وقف کی تصریح نہ کردی جائے، بلکہ وقف کے مملوک ہوتے ہیں اور وقف مالک ہوتا ہے۔ وقف دائن بھی ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص وقف کی زمین کرایہ پر لیتا ہے تو یہ کرایہ وقف کا دین ہے اور وقف دائن ہے۔

ایسے ہی وقف مدیون بھی ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص وقف کا ملازم ہے تو اس کی تنخواہ وقف کے ذمّے میں ہے، عدالت میں مقدمہ ہو تو وقف مدعی اور مدعی علیہ بھی ہوسکتا ہے اور متولی اس کی نمائندگی کرتا ہے۔ مالک ہونا، دائن ہونا، مدیون ہونا، مدعی یا مدعی علیہ ہونا شخص کے اوصاف میں سے ہے۔ معلوم ہوا کہ وقف میں شخصِ قانونی کی خصوصیات تسلیم کی گئی ہیں۔(۱)

وقف کا شخصِ قانونی ہونا ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اس کی وجہ سے انشورنس کا شرعی متبادل پیش کرنے میں کافی سہولتیں پیدا ہوئی ہیں۔ اسی لئے علماءِ پاکستان نے وقف کی بنیاد پر تکافل کا نظام قائم کرنے کو ترجیح دی ہے، کیونکہ تبرع کے مقابلے میں

---

(۱) اسلام اور جدید معیشت وتجارت، ص۸۰۔

Scanned by CamScanner

وقف کے اندر وسعتیں (Flexibilities) قدرے زیادہ ہیں اور موجودہ دور میں تکافل کا جو طریقۂ کار رائج ہے، اس میں تبرع والے نظام کو اختیار کرنے سے اس بات کا پوری طرح اطمینان نہیں ہوتا کہ کیا یہ معاملہ عقدِ معاوضہ سے پوری طرح نکل چکا ہے یا نہیں۔

اس بات کا پوری طرح اطمینان کسے نہیں ہوتا۔ اس کی پوری تفصیل جاننے کیلئے تو اہل علم مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے مقالہ "تاصیل التامين التكافلی علٰی أساس الوقف و الحاجة الداعية إليه" کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔ البتہ اس کا خلاصہ آسان الفاظ میں یہاں لکھا جاتا ہے:

"تبرّع ماڈل میں پالیسی ہولڈر جو پریمیم دیتا ہے، اس کی شرعی حیثیت محلِّ نظر ہے۔ جن حضرات نے تبرّع ماڈل کو درست قرار دیا ہے، انہوں نے اس کی درج ذیل توجیہات پیش کی ہیں۔

ا)...... یہ پریمیم "ہبہ بشرطِ العوض" ہے، یعنی پالیسی ہولڈر یہ پریمیم کمپنی کو بطور ھبہ (عطیہ) دیتا ہے، البتہ اس مین بدلہ لینے کی شرط لگاتا ہے، گویا وہ تکافل کمپنی سے یہ کہتا ہے کہ میں آپ کو یہ رقم اس شرط پر دیتا ہوں کہ آپ اس کے بدلے میرے ممکنہ نقصان کی تلافی کریں گے۔

یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ ہبہ بشرطِ العوض بیع (خرید وفروخت) کے حکم میں ہے۔(ا) اس لئے یہ صورت عقدِ معاوضہ میں داخل ہو جاتی ہے۔

(ا) ملاحظہ فرمائیے: البحرالرائق، ج۷، ص۵۰۲، بدائع الصنائع، ج۶، ص۱۳۲، مواہب الجلیل للحطاب، ج۶، ص۲۲، معنی المحتاج، ج۲، ص۴۰۴، کشاف القناع، ج۴، ص۳۰،

Scanned by CamScanner

۲)...... یہ ''التزام التبرع'' کی قبیل سے ہے جس میں پالیسی ہولڈر اپنے اوپر یہ التزام کرتا ہے کہ وہ کمپنی کو اتنی رقم بطور عطیہ دیگا اور کمپنی اپنے اوپر یہ التزام (Undertaking) کرتی ہے کہ جو شخص اُسے اتنا پریمیم دے گا، وہ اس کے فلاں فلاں رسک کو کور کرے گی۔ یہ توجیہہ مالکیہ کے مسلک پر پیش کی گئی ہے۔(۱) لیکن یہ توجیہ اس لئے قابل اعتبار نہیں کہ اس میں دونوں فریق (یعنی کمپنی اور پالیسی ہولڈر) میں سے ہر ایک اپنے اوپر تبرع کا التزام اس شرط پر کر رہا ہے کہ دوسرا بھی اُس پر تبرع کرنے کا التزام کرے کیونکہ کمپنی ایسے شخص کے لئے تبرع کا التزام نہیں کرتی جو اس کے لئے تبرع کا التزام کر کے اس کے پاس پریمیم جمع نہ کرائے اور پالیسی ہولڈر بھی اُس کمپنی کے لئے تبرع کا التزام کر رہا ہے جو اس کے نقصانات کی تلافی کرنے کے لئے تبرع کا التزام کرے۔ ایسا التزامِ تبرع جو جانبین سے مشروط (Conditional) ہو، خود مالکیہ کے ہاں عقد معاوضہ (Commutative Contract) کے حکم میں ہے(۲) اس لئے یہ توجیہہ بھی قابلِ اعتماد نہیں۔

پھر یہ بات بھی محلِ اشکال ہے کہ پالیسی ہولڈر کمپنی کو جو رقم تبرعاً دیتا ہے کیا وہ اس کی ملکیت سے نکل جاتی ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں معاصر علماءِ کرام کی مختلف آراء ہیں۔ جس قول کو بھی اختیار کیا جائے، کوئی نہ کوئی اعتراض ہوتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ رقم پالیسی ہولڈرز کی ملکیت سے نہیں نکلتی، تو پھر ان پر اس رقم کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور ان کے انتقال کے بعد ورثا کے درمیان تقسیم کرنا ضروری ہوگا حالانکہ عملاً ایسا نہیں ہوتا اور نہ ہی عملاً ایسا کرنا ممکن ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ رقم

---

(۱) تحریر الکلام فی مسائل الالتزام، ص ۷۵،

(۲) ملاحظہ فرمایئے: تحریر الکلام، ص ۲۰۰،

Scanned by CamScanner

پالیسی ہولڈرز کی ملکیت سے نکل جاتی ہے تو پھر اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کا ادا کردہ اقساط سے کوئی تعلق باقی نہ رہے اور انہیں کوئی کلیم کا دعویٰ کرنے اور فائض (Surplus) سے کچھ لینے کا حق نہ ہو۔

بعض اسکالرز نے کہا کہ یہ جزوی (Partial) تبرع ہے، اگر یہ بات ہے تو پھر اس بات کی وضاحت ضروری ہوگی کہ پریمیم کی کتنی مقدار تبرع ہے اور کتنی مقدار تبرع نہیں، حالانکہ تکافل کے موجودہ سیٹ اپ میں اس کی وضاحت نہیں ہوتی۔

بعض نے کہا کہ یہ تبرع نقصان پیش آنے کی شرط کے ساتھ مقید اور مشروط (Conditional) ہے، اگر یہ بات مانی جائے تو جب تک مطلوبہ رسک پیدا نہ ہو، اس وقت تک یہ پریمیم پالیسی ہولڈر کی ملکیت میں رہے گا، جس پر مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق زکوٰۃ اور میراث کے احکام جاری کرنا ہوں گے۔

۳)......بعض حضرات نے یہ کہا کہ تبرعِ محض (Absolutely Donation) ہے، یعنی کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں جس کے نتیجہ میں پریمیم پالیسی ہولڈر کی ملکیت سے نکل جاتا ہے، لہٰذا نہ اُس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور نہ اس رقم پر میراث کے احکام جاری ہوتے ہیں، لیکن یہ توجیہ اُس صورت میں درست قرار دی جاسکتی ہے جب تبرع کے نتیجہ میں وجود میں آنے والے پول کو شخصِ قانونی (Legal Person) قرار دیا جائے تاکہ پہلے وہ اس کا مالک بن جائے اور پھر وہ اپنے قواعد کے مطابق پالیسی ہولڈرز کے رسک کور کرے، جبکہ تکافل کے موجودہ نظام میں تبرّع کی بنیاد پر قائم ہونے والے پول کا شخصِ قانونی ہونا محلِ نظر ہے کیونکہ اس کا کمپنی سے الگ کوئی وجود نہیں ہوتا۔"(۱)

(۱) ملاحظہ فرمائیے: تأصيل التامين التكافلي على أساس الوقف، ص۴۴تا۱۲،

Scanned by CamScanner

اس کے برعکس وقف چونکہ خود شخصِ قانونی ہے اور دیئے گئے عطیات براہِ راست وقف کی ملکیت میں چلے جاتے ہیں اور وقف پھر اپنے طے کردہ ضوابط کی روشنی میں کلیمز (Claims) کی ادائیگی کرتا ہے، اس لئے وقف کا نظام زیادہ قابلِ اطمینان ہے، خصوصاً جبکہ وقف کے اندر شرعاً اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ وقف کرنے والا شخص خود اپنے لئے بھی اس وقف سے نفع حاصل کرنے کی شرط لگا سکتا ہے جیسے کوئی شخص قبرستان کیلئے جگہ وقف کرے تو اس میں اپنی قبر بنانے کی شرط لگا سکتا ہے یا کوئی شخص کنواں وقف کرے تو خود بھی اس سے پانی حاصل کرنے کی شرط لگا سکتا ہے وغیرہ۔

گویا تکافل کے لئے جو وقف فنڈ قائم کیا جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کنواں خرید کر وقف کرے یا قبرستان کے لئے جگہ وقف کرے اور یہ کہے کہ اس بستی کے جس شخص کو بھی پیاس لگے، وہ اس کنویں سے پانی پی سکتا ہے یا اس بستی میں جس شخص کا بھی انتقال ہو، اُسے اس قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے، اور اگر خود مجھے پیاس لگے یا میرا انتقال ہو تو مجھے بھی اس وقف سے فائدہ اٹھانے کا اختیار ہوگا(۱)۔ فقہ کی کتب میں اس بات کی تصریح ہے کہ وقف کرنے والے کے لئے اس قسم کی شرط لگانا جائز ہے اور اس شرط کی وجہ سے وقف پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ اس شرط کا خیال رکھنا اتنا ضروری ہے جتنا کسی ایسے شرعی حکم کا، جس کا ثبوت قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ سے ہو۔ چنانچہ فقہ کا مشہور اصول ہے کہ:

---

(۱) یہ توجیہ وہ ہے جو دارالعلوم میں منعقد مجلس میں پیش کی گئی لیکن بعد میں واقعی صورتحال پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ تکافل کمپنی قائم کرنے والے یہ وقف اپنے انتفاع کی شرط کے بغیر کرتے ہیں، لہذا یہ غیر مشروط وقف ہے جس کا جواز بے غبار ہے۔ تاہم اگر وہ اپنے انتفاع کی شرط لگائیں تو بھی معاملہ فی نفسہٖ جائز ہوگا، اس لئے متن کی عبارت کو برقرار رکھا گیا۔ ۱۲ اعجاز غفرلہ

Scanned by CamScanner

شرط الواقف کنصِ الشارع

واقف کا کوئی شرط لگانا بمنزلہ صاحبِ شریعت کے فرمان کے ہے۔

یہ تو وقف کی حیثیت ہوئی، پھر جو لوگ وقف کی بنیاد پر بننے والے پول کو تبرّع (Donate) کرتے ہیں، وہ تبرّع وقف کی ملکیت میں چلا جاتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی وقف مثلاً مدرسہ یا قبرستان کے لئے چندہ دینا۔ جب کوئی چیز وقف کی ملکیت میں آ جاتی ہے تو اسے بھی ان مصارف میں صرف کیا جا سکتا ہے جو وقف کے ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص مثلاً کسی مدرسے کو چندہ کو چندہ دیتا ہے تا کہ اس میں مسلمانوں کے بچے زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوں اور جہالت کی تاریکی دور ہو سکے تو اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ اپنے بچے کو بھی اس مدرسے میں تعلیم دلوائے۔ یہ اس لئے کہ وہ وقف اسی مقصد کے لئے قائم ہوا ہے۔

اسی طرح وقف کی بنیاد پر جو تکافل قائم ہوتا ہے، وہ خاص قسم کے افراد یعنی ایسے افراد کے لئے قائم ہوتا ہے جنہیں مخصوص قسم کا نقصان پہنچ سکتا ہے، تو اس وقف کو تبرع کے طور پر رقم دینے والا اُسی طرح پول سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، جس طرح مدرسہ یا قبرستان کو چندہ دینے والا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

وقف سے متعلق ذکر کردہ مثالوں پر یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ مذکورہ تفصیل میں جن مثالوں کو ذکر کیا گیا ہے، ان سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وقف کرنے والے یا وقف کو چندہ دینے والے کے لئے ''وقف'' سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ جیسے کنویں سے پانی بھرنا اور مدرسے میں اپنے بچے کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرانا

Scanned by CamScanner

وغیرہ۔ لیکن تکافل کے اندر پالیسی ہولڈر کوئی نفع حاصل نہیں کرتا، بلکہ اپنے نقصان (رسک) کا ازالہ (Cover) کر رہا ہوتا ہے، اس لئے مذکورہ تفصیل سے وقف کی بنیاد پر تکافل کا جواز ثابت کرنا محل نظر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال دراصل اس معاملے کو بالکل سطحی نظر سے دیکھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، حالانکہ جس طرح مذکورہ بالا صورتیں نفع پہنچانے کی ہیں، اسی طرح نقصان زدہ کے نقصان کی تلافی کرنا بھی تو اُسے نفع پہنچانا ہے۔ اگر ایک شخص کے ایک لاکھ روپے گم ہو گئے اور آپ نے اسے اپنی طرف سے ایک لاکھ دیدیا تو اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے اس کے نقصان کی تلافی کی اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے اُسے لاکھ روپے کا نفع پہنچایا۔

اس تفصیل کی روشنی میں کنویں اور مدرسے سے متعلقہ مثالوں کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہاں بھی رسک کور کیا جاتا ہے یعنی کنویں وقف کرنے والا جب خود اُس سے پانی پیتا ہے تو پیاس کا رسک کور کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ پانی نہ پیتا تو پیاس اُسے نقصان پہنچاتی۔ پانی پینے سے اس نقصان کا ازالہ ہو گیا۔ اسی طرح مدرسہ میں پڑھنے سے ''جہالت'' کے رسک کا ازالہ ہوا۔

اور اگر دونوں کو الگ الگ چیز سمجھنا ہی ضروری ہو تو اُس صورت میں جواب یہ ہے کہ شریعت کی نظر میں ''نقصان کا ازالہ'' (دفع مضرت) ''نفع کے حصول'' (جلب منفعت) سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ لہٰذا اگر شریعت کسی جگہ ''نفع کے حصول'' کے لئے وقف کرنے کی اجازت دے رہی ہے تو شرعی اصولِ قیاس کی روشنی میں وہاں ''نقصان کے ازالے'' کے لئے وقف فنڈ قائم کرنے کی بدرجہ اولیٰ اجازت ہوگی۔

اس پر بظاہر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ جو مثالیں اوپر ذکر کی گئیں، ان کے اندر

Scanned by CamScanner

وقف سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے یہ شرط نہیں کہ فائدہ سے فائدہ اٹھانے والے شخص نے بھی کچھ نہ کچھ عطیہ ضرور دیا ہو بلکہ مثلاً جب کوئی کنواں وقف ہو گیا، تو اب اُس سے ہر پیاسا شخص پانی پی سکتا ہے چاہے اُس نے کنویں کو خرید کر وقف کرنے میں کوئی حصہ ملایا ہو یا نہ ملایا ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وقف کے اندر اس بات کی شرعاً گنجائش ہے کہ وہ کسی مخصوص طبقے یا افراد کے لئے ہو مثلاً کوئی شخص یہ شرط لگائے کہ میں فلاں باغ اس شرط پر وقف کرتا ہوں کہ اس کا پھل صرف فلاں رشتہ داروں کو یا میری اولاد کو دیا جائے یا میری زندگی میں مجھے ملتا رہے اور میرے بعد فلاں بستی کے فقراء اس سے فائدہ اٹھائیں اور یہ بات گزر چکی کہ ایسی شرط کی پابندی کرنا شرعاً بھی ضروری ہے۔

وقف کرنے والا وقف کے مصالح کے پیشِ نظر وقف کے دائرہ کو مخصوص افراد تک محدود رکھنا چاہے تو ایسا کرسکتا ہے۔ تکافل کمپنی میں وقف کی بنیاد پر قائم پول کو اگر بالکل عام کر دیا جائے اور ہر شخص کو اس سے اپنا رسک کور کرنے کی اجازت دی جائے تو ظاہر ہے کہ اس پول میں ہرگز اس گنجائش (Capacity) نہیں، لہٰذا ضروری ہوگا کہ یہ وقف کسی مخصوص طبقے کے لئے ہو پس اگر واقفین شروع میں یہ شرط لگادیں کہ اس وقف سے صرف وہ لوگ فائدہ اٹھاسکتے ہیں، جو اس وقف کو عطیہ (Donation) دیں تو یہ قید (Restriction) لگانا ناجائز نہیں ہوگا۔

البتہ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بات صرف اتنی نہیں کہ وقف نے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ اس سے صرف وہی لوگ نفع حاصل کریں گے جو اسے عطیہ دیں گے بلکہ وقف کا یہ طریقہ بھی ہے کہ جو زیادہ عطیہ دے (یعنی زیادہ پریمیم دے) وہ اُس شخص سے زیادہ نقصان کی تلافی کا حقدار ٹھہرتا ہے جو اُسکے مقابلے میں کم عطیہ دے تو وہ کم

Scanned by CamScanner

نقصان کی تلافی کا حقدار ٹھہرتا ہے گویا عطیہ (پریمیم) کی کمی اور زیادتی کی بنیاد پر نقصان کی تلافی میں کمی زیادتی کرنا اسے عقدِ معاوضہ کے قریب کردیتا ہے۔

یہ شبہ جامعہ دارالعلوم کراچی کی اُس مجلس میں بھی پیش کیا گیا، جس مجلس میں وقف کی بنیاد پر تکافل کا نظام قائم کرنے پر اتفاق ہوا۔(۱) اہل مجلس نے اس کا جو جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ پالیسی ہولڈرز تبرع (عطیہ) کے طور پر وقف پول میں جو رقوم جمع کرائیں، اس میں کمی زیادتی کی بنیاد پر کم یا زیادہ نقصان کی تلافی اگر پالیسی ہولڈر کا قانونی حق نہ ہو، بلکہ وقف کی طرف سے صرف وعدہ ہوتو پھر یہ معاملہ بلاشبہ عقدِ معاوضہ میں داخل نہیں (اس لئے کہ عقدِ معاوضہ Commutative) (Contract میں ہر فریق کو اپنا معاوضہ (Consideration) لینے کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے جبکہ یہاں ایسا نہیں) لیکن اگر تبرع کی کمی اور زیادتی کی بنیاد پر نقصان کی تلافی میں کمی اور زیادتی پالیسی ہولڈرز کا قانونی حق ہوتو اس کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ پالیسی ہولڈر اس بنیاد پر اپنے قانونی حق کا دعویٰ کرے کہ اُس نے فلاں وقت وقف پول کو اتنی رقم کا پریمیم دیا تھا جس کی وجہ سے اس کے نقصان کی تلافی کرنا وقف کے ذمہ لازم ہے، یہ صورت یقیناً ناجائز ہے کیونکہ یہ بات اُسے عقدِ معاوضہ (Commutative Contract) میں داخل کردیتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ ساری خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں جو کمرشل انشورنس میں موجود ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ پالیسی ہولڈر اپنے دیئے گئے تبرع (Donations) کی بنیاد پر نقصان کی تلافی کا دعویٰ نہ کرے بلکہ وقف کے اپنے طے شدہ قواعد وضوابط کو بنیاد بنا کر اس بات کا دعویٰ کرے کہ میں اِن قواعد کی بنیاد پر

(۱) اس کا تفصیلی ذکر بنیادی خاکہ کے ذیل میں آرہا ہے۔

Scanned by CamScanner

وقف کی طرف سے تلافیِ نقصان کا حقدار ہوں۔ اُس مجلس کے اکثر شرکاء کی رائے یہ تھی کہ پالیسی ہولڈر شرعاً اِس طریقے پر اپنا قانونی حق استعمال کرسکتا ہے اور اس کا یہ قانونی حق اس صورت کو عقدِ معاوضہ میں داخل نہیں کرتا۔(۱) تکافل کے وقف ماڈل میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے جو اُسی مجلس میں اٹھایا گیا۔ وہ یہ کہ پالیسی ہولڈر خواہ اپنے نقصان کی تلافی وقف کے قوانین کی بنیاد پر کرائے تاہم پریمیم دیتے وقت اس کی یہ نیت بہر حال ہوتی ہے کہ مجھے اس کے بدلے کچھ نہ کچھ ملے بلکہ اگر میرا نقصان زیادہ ہو تو زیادہ بھی ملے، گویا یہاں دینا اس غرض سے ہے کہ واپس ملے گا اور وہ بھی زیادہ ملے گا تو اس غرض سے کسی کو رقم دینا قرآنِ کریم کی اس وعید میں داخل نہ ہوگا جس میں فرمایا گیا کہ:

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (۲)

کسی پر اس لئے احسان نہ کرو کہ اس کے بدلے زیادہ ملے۔

نیوتہ (نیندرہ) کو بھی اِسی لئے ناجائز کہا گیا ہے کہ اس میں دینے والے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مجھے اس کے بدلے میں زیادہ ملے۔

لیکن حاضرین کی اکثریت نے اِس اشکال کا جواب یہ دیا کہ اِس بات پر تمام فقہاءِ کرام کا اتفاق ہے کہ واقف کوئی چیز وقف کرتے وقت اس سے خود نفع اٹھانے کی نیت کرے بلکہ وقف نامے میں باقاعدہ اپنے انتفاع کی شرط بھی لگائے تو

---

(۱) جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی کتاب ''اسلام کا نظام اراضی'' (ص ۱۴۶، ۱۴۷) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عطاءِ مستقل کے لئے سابقہ ضرر کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔

(۲) سورۃ المدثر

Scanned by CamScanner

شرعاً اس کی بھی اجازت ہے۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ وقف کے احکام انفرادی عطیات اور ہدایا (Gifts) سے مختلف ہیں اور اس کی وجہ واضح ہے کہ وقف کا مقصد ان لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے جن کے لئے اسے وقف کیا گیا، لہٰذا اگر واقف وقف سے فائدہ حاصل کرتا ہے تو وہ وقف کے مقاصد میں داخل ہونے کی بناء پر فائدہ اُٹھاتا ہے، چنانچہ وقف کو چندہ دینے والا اگر وقف سے فائدہ اٹھائے تو وقف کے قواعد وضوابط کے مطابق اٹھائے گا اور اگر وقف کے قواعد وضوابط کے مطابق وہ مستحق قرار نہ پائے تو وہ فائدہ نہیں اٹھاسکتا۔(۲)

جہاں تک نیوتہ کا تعلق ہے تو اس میں کوئی وقف نہیں ہوتا اور نہ ہی نیوتہ دینے والے کی نیت ہدیہ دینے کی ہوتی ہے، بلکہ وہ دو افراد کا باہمی معاملہ ہے جس میں ہدیہ کا واپس کرنا معروف یا مشروط ہوتو اس میں عقدِ معاوضہ ہونے کے علاوہ کوئی دوسرا احتمال نہیں جبکہ وقف کو چندہ دینا ایک مستقل معاملہ ہے اور وقف کے قواعد کے مطابق چندہ دینے والے کا نقصان کی تلافی کرانے کا حقدار ٹھہرنا بالکل دوسرا معاملہ۔ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں۔(۳)

---

(۱) اس کی دلیل یہ معروف حدیث ہے: یکون دلوہٗ فیہا کدلاءِ المسلمین۔
اس حدیث کے لئے دیکھئے: صحیح الخباری، کتاب المساقاۃ، باب فی الشرب، کتاب الوصایا، باب اذا وقف أرضاًأو بئراً و اشترط لنفسیہ مثل دلاء المسلمین، جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان، سنن النسائی، کتاب الاحباس، باب وقف المساجد۔

(۲) لہٰذا چندہ دینے والے شخص کا کچھ نہ کچھ واپس لینے کی غرض سے پریمیم دینے میں یہ بات بھی ملحوظ ہوتی ہے کہ مجھے کچھ اس وقت ہی ملے گا، جب وقف کے قواعد میں اس کی اجازت ہوگی، محض میرے دینے کی وجہ سے نہیں ملے گا۔

(۳) مجلس سے متعلق ذکرکردہ اشکالات وجوابات کیلئے ملاحظہ فرمایئے: مسودہ تکافل کی قراردادیں ص:۴،۶،۷

Scanned by CamScanner

بنیادی خاکہ:

وقف کی بنیاد پر مروّجہ انشورنس کے شرعی متبادل کا تصور سب سے پہلے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء میں پیش فرمایا، اس کے بعد پاکستان کی ممتاز دینی درسگاہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں پاکستان، بنگلہ دیش اور شام کے اہل علم اور اہل فتویٰ حضرات کا اجتماع دسمبر ۲۰۰۲ء میں ہوا۔ اس میں بھی وقف کی بنیاد پر تکافل کمپنی قائم کرنے پر اتفاق ہوا۔

اس مجلس کے شرکاء نے باہمی اتفاق سے وقف کی بنیاد پر قائم ہونے والی تکافل کمپنی کا ایک بنیادی خاکہ تیار کیا جو ذیل میں بعینہ ان الفاظ میں ذکر کیا جاتا ہے جن الفاظ میں طے ہوا تھا۔ الفاظ یہ ہیں:

> ''اس کے اندر سب سے پہلے شیر ہولڈرز یعنی تکافل کمپنی کے حصہ داران اپنے طور پر اموالِ غیر منقولہ (Non-Movable) یا نقود یا دونوں کو شرعی اصول و ضوابط کے مطابق وقف کریں گے جنہیں وقف کہا جائے گا اور ان کے لئے آخری جہت ''قربت'' یعنی فقراء اور مساکین پر تصدّق (صدقہ کرنا) ہوگی، پھر پالیسی ہولڈرز اس وقف میں جو رقوم دیں گے یا وقف کے جتنے منافع اور زوائد ہوں گے، وہ سب وقف کے مملوک ہوں گے اور وقف کو وقف کے طے شدہ اصول وضوابط کے مطابق ان مملوکات اور منافع میں تصرّف کا مکمل اختیار ہوگا۔''

Scanned by CamScanner

طریقۂ کار:

اس بنیادی خاکے کی روشنی میں پاکستان کے اندر بعض کمپنیوں نے عملی طور پر تکافل کا کام شروع کیا اور مزید کام بھی جاری ہے۔ ذیل میں وہ اصولی اطریقۂ کار ذکر کیا جاتا ہے جس کے مطابق وقف کی بنیاد پر قائم ہونے والی تکافل کمپنیاں کام کرتی ہیں۔

اصولی طور پر تکافل کمپنی کا طریقۂ کار درج ذیل مراحل پر مشتمل ہوتا ہے:

ا۔ کمپنی کا قیام:

کنونشنل انشورنس کی طرح تکافل کے اندر بھی سب سے پہلے ایک کمپنی قائم کی جاتی ہے جو تکافل کے معاملات کو منظم کرتی ہے۔ جس کے اندر لوگوں کو تکافل پالیسی حاصل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ عام انشورنس کی طرح تکافل میں بھی مختلف خطرات والے لوگوں کے الگ الگ گروپ بنائے جاتے ہیں۔ البتہ تکافل کمپنی عام انشورنس کمپنی سے اس اعتبار سے مختلف ہوتی ہے کہ اس کی حیثیت ایک مینیجر اور ٹرسٹی کی ہوتی ہے، عام انشورنس کمپنی کی طرح یہ پالیسی ہولڈر کے پریمیم کی مالک نہیں بنتی بلکہ پالیسی ہولڈر کا پریمیم اس کے پاس ہوتا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ تکافل کمپنی میں شیر ہولڈرز (تکافل کمپنی کے حصہ داران) اپنے طور پر اموالِ منقولہ (Non-Movable Proprt) یا نقود یا دونوں کو شرعی ضوابط کے مطابق وقف کرتے ہیں۔ آج کل عام طور پر صرف نقود (Cash) کو وقف کیا جاتا ہے۔ وقف شدہ رقم کا ایک پول (Pool) بنایا جاتا ہے۔ اس پول کی حیثیت شخص قانونی (Legal Person) کی ہوتی ہے اور اس پر وہ تمام

Scanned by CamScanner

احکام جاری ہوتے ہیں، جو شخصِ قانونی پر جاری ہوتے ہیں۔ (جبکہ عام انشورنس کمپنی میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی)۔ جو لوگ تکافل کور لینے کے لئے اپنے عطیات (Donations) تکافل کمپنی کے پاس جمع کراتے ہیں، وہ عطیات اُس پول کی ملکیت میں آجاتے ہیں جو وقف کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے جبکہ کمرشل انشورنس پریمیم براہِ راست کمپنی کی ملکیت میں آجاتا ہے۔

۲۔ وقف ڈیڈ:(Waqf Deed)

وقف پول میں حاصل شدہ اِن عطیات کو وقف کے اصول وضوابط کے مطابق خرچ کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک ڈیڈ (Deed) بنائی جاتی ہے، جسے وقف ڈیڈ کہا جاتا ہے۔ اس کے اندر وقف کے انتظام وانصرام اور اس کی تولیت وغیرہ کے حوالہ سے اصول وضوابط طے کئے جاتے ہیں، اور اس میں وہ تمام قواعد و ضوابط بھی مذکور ہوتے ہیں، جن کے مطابق وقف پول میں آنے والے عطیات کو خرچ کیا جاتا ہے، مثلاً اس میں یہ درج ہوتا ہے کہ:

۱۔ کن حالات میں کوئی شخص اِس وقف پول سے کلیم حاصل کرنے کا مستحق قرار پاتا ہے۔

۲۔ کلیمز ادا کرنے کے بعد اگر کچھ رقم وقف پول میں بچ جائے تو وقف پول اس کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور اگر کم ہو جائے تو وقف کی حیثیت کیا ہوگی۔

۳۔ وقف پول کے منیجر کی ذمہ داریاں (Obligations) اور حقوق (Rights) کیا کیا ہوں گے۔

۴۔ وقف پول اگر تحلیل ہو جائے تو پھر کیا کیا جائے گا؟

Scanned by CamScanner

۵۔ وقف پول کی آمدنی کے ذرائع کیا ہوں گے اور اس کی آمدنی کہاں کہاں خرچ ہوگی؟

۶۔ ری تکافل کا انتظام کس طرح کیا جائے گا؟

۷۔ وقف پول کی آمدنی کی سرمایہ کاری کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟

۸۔ احتیاطی (Reserves) رکھنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ۔

وقف ڈیڈ تیار ہونے کے بعد کمپنی انہی اصول وضوابط کے مطابق وقف کے مملوکات (Ownerships) کو خرچ کرنے کی پابند ہو جاتی ہے جو اصول وضوابط وقف دیڈ میں طے ہو جاتے ہیں۔ گویا اس میں بنیادی خاکے میں بیان کئے گئے اس اصول کو مدِّنظر رکھا گیا ہے کہ:

> ''پالیسی ہولڈرز اس وقف میں جو رقوم دیں گے یا وقف کے جتنے منافع یا زوائد ہوں گے، وہ سب وقف کے مملوک ہوں گے اور وقف کے طے شدہ اصول وضوابط کے مطابق ان مملوکات اور منافع میں وقف کو تصرف کا مکمل اختیار ہوگا''

۳۔ وجود میں آنے والے عقود (Contracts)

مذکورہ بالا اصول وضوابط طے ہونے کے بعد تکافل کمپنی پالیسی ہولڈرز سے پریمیم وصول کرتی ہے، اور یہ پریمیم لے کر وقف کی بنیاد پر بنائے گئے پول میں ڈال دیتی ہے۔

اس مرحلے پر کل تین فریق ہوتے ہیں:

۱۔ تکافل کمپنی، اس کی حیثیت امین (Trustee) اور منتظم (Arranger)

Scanned by CamScanner

کی ہوتی ہے۔

۲۔ پالیسی ہولڈر، وہ شخص جو خطرے کے ازالے کے لئے پالیسی لیتا ہے۔

۳۔ وہ مشترکہ فنڈ کا حوض (Pool) جو مختلف لوگوں کے عطیات سے مل کر وجود میں آتا ہے اور تکافل کمپنی اس کی منتظم ہونے کے فرائض سرانجام دیتی ہے اس کی مالک نہیں ہوتی، عام انشورنس میں انشورنس کمپنی اس کی مالک ہوتی ہے، اس لئے اس کا کوئی الگ وجود تصور نہیں کیا جاتا۔

تکافل کمپنی پول کے منتظم ہونے کی حیثیت سے درج ذیل فرائض سرانجام دیتی ہے۔

۱۔ اس پول کے لئے عطیات جمع کرتی ہے، مختلف لوگوں کو اس پول میں رقم جمع کرانے کی ترغیب دیتی ہے اور مختلف قسم کے خطرات کی بنیاد پر مختلف قسم کی پالیسیاں تیار کرتی ہے۔

۲۔ جب پول تیار ہو جائے تو پھر تکافل کمپنی اسے دو طرح سے منظم کرتی ہے۔

الف﴾......اگر کسی پالیسی ہولڈر کو کوئی خطرہ پیش آجائے تو اس سے اس کا ثبوت لے کر اس فنڈ (پول) سے تکافل کی رقم ادا کرتی ہے۔

ب﴾......اگر اس کے اندر کوئی حصہ سرمایہ کاری کیلئے رکھا گیا ہو مثلاً مضاربہ کیلئے تو وہ اس کی بنیاد پر سرمایہ کاری کرے گی اس میں کمپنی کی حیثیت ''مضارب'' کی ہوگی، آج کل عام طور پر فیملی تکافل (لائف انشورنس) کے اندر سرمایہ کاری کے لئے کافی حصہ رکھا جاتا ہے۔

اس طرح اس مرحلے پر کل چار قسم کے معاملات (عقود) وجود میں آتے

Scanned by CamScanner

ہیں۔

۱۔ امانت کا عقد جو تکافل کمپنی اور پالیسی ہولڈر کے درمیان ہوا، یہ عقد اس طرح وجود میں آتا ہے کہ پالیسی ہولڈر اپنی رقم کمپنی کے پاس وقف پول کے لئے بطور امانت جمع کراتا ہے کمپنی اس رقم کی امین (Trustee) ہوتی ہے۔

۲۔ انتظام وانصرام (Managment) کا معاملہ، کہ کمپنی اس فنڈ کے منتظم ہونے کی حیثیت سے اس کا انتظام وانصراف تفصیل بالا کے مطابق کرتی ہے۔

۳۔ سرمایہ کاری والے حصے کے اندر مضاربت کا عقد: اس میں کمپنی مضارب ہوتی ہے جبکہ تمام پالیسی ہولڈرز کے فنڈز سے وجود میں آنے والا پول رب المال ہوتا ہے کیونکہ یہاں پر اس وقف پول کی حیثیت شخصِ قانونی (Legal Person) کی ہے۔

۴۔ شرکت کا عقد: پالیسی ہولڈرز جمع ہونے والے فنڈ کے اندر ایک دوسرے کے شریک (Partners) ہوتے ہیں۔ یہ صرف فیملی تکافل میں ہوتا ہے کیونکہ فیملی تکافل میں کچھ حصہ تو وقف کی ملکیت ہوتا ہے جبکہ اکثر حصہ پالیسی ہولڈر کی ملکیت میں رہتا ہے اور وہ تکافل کمپنی کے پاس اسی طرح ہوتا ہے جس طرح اسلامی بینک کے سیونگ اکاؤنٹ میں کھاتہ دار ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہے۔

گویا اسلامی انشورنس کئی معاملات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جبکہ مروّجہ تجارتی انشورنس میں اس مرحلہ پر صرف ایک عقد وجود میں آتا ہے یعنی خرید وفروخت کا عقد۔

اس فرق کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ مروّجہ انشورنس کمپنی پالیسی ہولڈر سے رقم لینے کے بعد اس پر پردہ ڈال دیتی ہے، رقم جمع کرنے والوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کی یہ رقم کہاں جائے گی، کہاں خرچ ہوگی، اس سے جائز سرمایہ کاری ہوگی یا

سودی کاروبار ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ اسلامی انشورنس کے اندر ساری صورتحال ہر پالیسی ہولڈر کے سامنے واضح ہوتی ہے کہ اس میں تکافل کمپنی پہلے امین کی حیثیت سے رقم وصول کرتی ہے، اسے پول میں ڈالتی ہے، منیجر ہونے کی حیثیت سے اس کا انتظام کرتی ہے اور پول کے مضارب ہونے کی حیثیت سے سرمایہ کاری کرتی ہے اور اپنے نفع کا متناسب حصہ لے کر پول کے ذریعے واپس پالیسی ہولڈرز کے درمیان تقسیم کر دیتی ہے۔

تکافل کے معاملات (Contracts) کا تفصیلی جائزہ

ذیل میں ہم ان چار معاملات کا قدرے تفصیلی جائزہ لیتے ہیں تاکہ اسلامی انشورنس کی حقیقت زیادہ واضح طور پر کھل کر سامنے آ جائے۔

پہلا معاملہ:

سب سے پہلا معاملہ امانت کا ہے۔ جس میں پالیسی ہولڈر ''تبرّع'' کی بنیاد پر اپنی رقوم تکافل کمپنی کے وقف پول میں ڈالتے ہیں، یہ رقم وقف پول کی ملکیت میں چلی جاتی ہے۔

''تبرّع'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کہ کسی عوض کی خواہش کے بغیر کسی کو کوئی چیز احسان کے طور پر دینا۔(۱) جیسے کسی کو ہدیہ یا انعام دینا کہ ان کے اندر کسی معاوضے کی خواہش کے بغیر دوسرے کو کچھ دیا جاتا ہے۔ تو یہاں کمپنی کے

---

(۱) المنجد فی اللغة، معلوف، (لویس معلوف) تہران، انتشارات اسماعیلیان، الطبعة الثانیة، ۱۳۴۵ھ، ص۳۴، تبرع بالعطاء: تفضل بمالا یجب علیه أو غیر طالب عوضاً.

Scanned by CamScanner

پاس جورقوم جمع ہورہی ہیں ان کی بنیادوقف کے لئے "تبرّع" ہے، اور "تبرّع" کا یہ عقد حقیقت میں پالیسی ہولڈر اور تکافل کمپنی کے درمیان نہیں ہوتا بلکہ تکافل کمپنی کے واسطے سے اس فنڈ کے دوسرے شرکاء (دیگر پالیسی ہولڈرز) کے ساتھ ہورہا ہوتا ہے چونکہ پالیسی ہولڈرز خود ان لوگوں کے پاس نہیں جاسکتا اس لئے تکافل کمپنی کے واسطے سے یہ عقد کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ تکافل کمپنی کے پاس یہ رقم بطور امانت ہوتی ہے۔

گویا اس فنڈ کے اندر وہ اس لئے رقم جمع کرا رہا ہوتا ہے کہ اس پول میں موجود افراد میں سے اگر کسی کو مالی نقصان ہوتو اس کی رقم کو بھی اس نقصان کے پورا کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکے اور مجموعی طور پر اگر اسے بھی کوئی نقصان ہوتو دوسرے شرکاء بھی اس پر تیار ہیں کہ ان کے پریمیم سے اس کا نقصان پورا کیا جائے، لیکن یہ شرط نہیں کہ میں اس لئے پریمیم دے رہا ہوں کہ میرا نقصان پورا کیا جائے کیونکہ مجھے نقصان ہونے کا یقین نہیں اور نہ ہی دوسرے افراد کو یقین ہے بلکہ نقصان کے احتمال کی بنیاد پر یہ رقم جمع کی جارہی ہے۔

اصولی طور پر اس مرحلے پر بھی دو عقد ہوتے ہیں۔

۱ ...... امانت کا عقد جس کی وجہ سے پالیسی ہولڈر کی دی ہوئی وقف فنڈ میں موجود رقم کمپنی کے پاس بطور امانت ہوجاتی ہے کیونکہ کمپنی اس فنڈ کی متولی اور امین ہوتی ہے۔(۱)

۲ ...... "تبرّع" کا عقد جس کے تحت ہر پالیسی ہولڈر فنڈ کے دوسرے شرکاء پر "تبرّع" کر رہا ہوتا ہے۔

---

(۱) واضح رہے کہ یہ عبارت جنرل تکافل کے اعتبار سے ہے اور فیملی تکافل کے اعتبار سے عبارت اس طرح ہوگی "امانت کا عقد جس کی وجہ سے پالیسی ہولڈرز کی رقم کمپنی کے پاس (یا وقف فنڈ کے پاس) بطور امانت آجاتی ہے۔

Scanned by CamScanner

لیکن چونکہ یہ عقد ایک ہی مرحلے پر پالیسی ہولڈر کے ایک ہی عمل یعنی عطیہ جمع کرانے کے وقت ہی وجود میں آجاتے ہیں اس لئے انہیں صرف ایک معاملے یعنی ''امانت کا عقد'' کا عنوان بھی دیا گیا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

البتہ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مروّجہ انشورنس کے اندر بھی تو یہی ہوتا ہے۔ وہاں بھی پالیسی ہولڈر کا جذبہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے پریمیم سے دوسروں کا نقصان پورا کیا جائے لیکن اگر اس کا نقصان ہو جائے تو اسے بھی پورا کیا جائے اور انشورنس کمپنی بھی یہی کہتی ہے کہ اگر آپ کو آپ کے پیسے واپس نہیں ملے تو یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے پیسے دراصل کسی اور کے مالی نقصان کی تلافی کے لئے استعمال ہوئے ہوں تو جب اسلامی انشورنس میں نتیجے کے اعتبار سے وہی کچھ ہوا جو مروّجہ انشورنس میں ہو رہا ہے تو پھر ایک جائز اور دوسرا ناجائز کیوں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بظاہر دیکھنے میں یونہی محسوس ہو رہا ہے لیکن درحقیقت ایسا ہے نہیں، بلکہ دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے وہ یہ کہ مروّجہ انشورنس میں پالیسی ہولڈر کے مالی نقصان کو پورا کرنا کمپنی کی ذمہ داری ہوتی ہے لیکن اسلامی انشورنس میں کمپنی کی حیثیت ٹرسٹی اور منیجر کی ہے، پالیسی ہولڈر کے نقصان کو پورا کرنا اس کی ذمہ داری نہیں بلکہ نقصان پورا کرنے کی ذمہ داری پالیسی ہولڈر کے تبرعات سے وجود میں آنے والے حوض (Pool) پر ہوتی ہے، کمپنی یہ کہتی ہے کہ یہ پول تمہارا نقصان پورا کرے گا اگر اس کے اندر نقصان پورا کرنے کی گنجائش ہوئی تو آپ کے نقصان کی تلافی کر دی جائے گی اور اگر پول کے اندر گنجائش نہ ہوئی تو یہ نقصان پورا

نہیں کیا جائے گا۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ اسلامی انشورنس میں پریمیم کمپنی کی ملکیت میں نہیں آتا جبکہ مروّجہ انشورنس میں پریمیم کمپنی کی ملکیت میں آجاتا ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ اسلامی انشورنس میں پالیسی ہولڈرز ایک دوسرے کا رسک کور کر رہے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ افراد ایک دوسرے کے لئے انشورر بھی ہوتے ہیں اور انشورڈ بھی ہوتے ہیں جبکہ مروّجہ انشورنس میں کمپنی انشورر ہوتی ہے اور پالیسی ہولڈرز انشورڈ ہوتے ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اسلامی انشورنس اور مروّجہ انشورنس کے درمیان اس مقام پر بھی بہت بڑا فرق موجود ہے۔

دوسرا معاملہ:

اسلامی انشورنس کے اندر وجود میں آنے والا دوسرا عقد انتظام وانصرام کا ہے جس میں تکافل کمپنی منیجر اور منتظم کے فرائض سرانجام دیتی ہے۔

اس موقع پر سب سے پہلا کام یہ کرتی ہے کہ مختلف حالات اور خطرات کا جائزہ لے کر حقیقی بنیادوں پر پریمیم کی رقم مقرر کرتی ہے عام انشورنس کی طرح تکافل میں بھی مختلف خطرات والے لوگوں کے الگ الگ گروپ بنائے جاتے ہیں اسی تعلق کا اگلا حصہ یہ ہے کہ اگر کسی پالیسی ہولڈر کو کوئی نقصان پیش آئے تو اس بات کی تحقیق کرتی ہے کہ کیا یہ واقعی وہی نقصان ہے جس کے بدلے میں اسے پالیسی جاری کی گئی یا کوئی اور نقصان ہے، اس سلسلے میں ضروری احتیاط بھی کرتی ہے اور پھر اس تعلق کا آخری مرحلہ یہ ہے کہ مذکورہ تحقیقات کے بعد اگر یہ ثابت ہو جائے کہ واقعی وہی

Scanned by CamScanner

نقصان ہے تو پھر اس نقصان کے پیش آنے کی صورت میں جو کچھ دینے کا وعدہ کیا گیا تھا، تکافل فنڈ سے اسے دیتی ہے۔

اس پورے عمل کے بدلے میں ''تکافل کمپنی'' اجرت وصول کرسکتی ہے اس اجرت کی دو بنیادیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔منیجر ہونا: یہ ایک قسم کی ملازمت ہے تو اس صورت میں کمپنی پالیسی ہولڈرز کی اجیر (ملازم) سمجھی جائے گی اور اس ملازمت کی اجرت وصول کرے گی۔

۲۔وکالۃ: دوسری صورت یہ ہے کہ پالیسی ہولڈرز اسے یہ سارے کام کرنے کا وکیل بنائیں تو اب وکیل ہونے کی حیثیت سے بھی اس کے لئے اجرت لینا جائز ہوگا کیونکہ وکالت کی اجرت لینا شرعاً جائز ہے۔البتہ اس مرحلے پر ''مضاربۃ'' نہیں ہوسکتا، کیونکہ مضاربت کے اندر رقم کو سرمایہ کاری کے اندر لگانا ضروری ہے جبکہ اس مرحلے پر کوئی سرمایہ کاری نہیں ہوئی۔

یہ اجرت لینا کوئی ضروری بھی نہیں بلکہ کمپنی یہ خدمات بلا معاوضہ بھی انجام دے سکتی ہے، چنانچہ بعض تکافل کمپنیاں اس انتظام و انصرام کی اجرت وصول نہیں کرتیں بلکہ تیسرے مرحلے پر تکافل فنڈ کی سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے نفع کو کافی سمجھتی ہیں، البتہ بعض مرتبہ مضاربت کے عقد میں کمپنی اپنے نفع کا حصہ زیادہ رکھ لیتی ہے تاکہ مطلوبہ آمدنی حاصل ہوسکے۔

تیسرا اور چوتھا عقد

جب تکافل کمپنی تکافل فنڈ کے کچھ سرمائے کو نفع بخش کاروبار میں لگاتی ہے تو اس کاروبار کے اندر دو قسم کے تعلقات وجود میں آتے ہیں:

Scanned by CamScanner

۱﴾...... کمپنی اور تکافل فنڈ کا باہمی تعلق

۲﴾...... پالیسی ہولڈرز کا آپس میں تعلق

پہلے تعلق کے اندر کمپنی مضارب ہوتی ہے اور تکافل فنڈ اس کا رب المال ہوتا ہے چنانچہ کمپنی مضاربت کے اصولوں پر کاروبار کرتی ہے اور نفع کی شرح طے کر لی جاتی ہے مثلاً یہ طے ہوتا ہے کہ کمپنی کو مضارب کی حیثیت سے نفع کا پچاس فیصد ملے گا اور بقیہ پچاس فیصد تکافل فنڈ میں جمع کیا جاتا ہے اور پھر اس کے واسطے سے پالیسی ہولڈرز کو دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد فیملی تکافل میں شرکت کے عقد کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، کیونکہ اس میں پالیسی ہولڈرز کے پریمیم کا کافی حصہ انہی کی ملکیت میں رہتے ہوئے اسے تجارت پر لگایا جاتا ہے (اس کی وضاحت پیچھے ہو چکی) لہٰذا اس حصے میں پالیسی ہولڈرز آپس میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں تو جب کمپنی نفع میں اپنا طے شدہ حصہ رکھ لیتی ہے تو بقیہ طے شدہ نفع شرکاء (پالیسی ہولڈرز) کے درمیان طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم کرتی ہے۔

۴۔ کلیمز (Claims) کی ادائیگی:

اس کے بعد کلیمز کی ادائیگی کا وقت آتا ہے۔ عام طور پر تکافل کے اندر بھی بنیادی طور پر انہیں شرائط کے پائے جانے پر پالیسی ہولڈر کلیم لینے کا مستحق بنتا ہے، جن شرائط پر کوئی شخص کنوینشنل انشورنس میں کلیم حاصل کرنے کا حقدار ٹھہرتا ہے البتہ اِن دونوں میں پایا جانے والا بنیادی فرق یہ ہے کہ کنوینشنل انشورنس میں کلیم کی ادائیگی کرنا انشورنس کمپنی کی ذمہ داری ہوتی ہے اور وہ ہر حال میں کلیم ادا کرنے کی

Scanned by CamScanner

ذمہ دار ہوتی ہے جبکہ تکافل میں یہ ذمہ داری کمپنی کی نہیں ہوتی بلکہ وقف پول، وقف کے اصول وضوابط کو مدِّنظر رکھ کر کلیمز ادا کرتا ہے۔ چنانچہ اس میں اس بات کا بھی امکان رہتا ہے کہ وقف پول میں کلیم ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو، اور کمپنی کوئی کلیم ادا کرنے سے معذرت کرلے۔ ایسی صورت میں پالیسی ہولڈر کو کلیم لینے کا کوئی قانونی حق نہیں ہوتا، تاہم اگر کمپنی وقف پول کے لئے شیر ہولڈرز سے قرض لے کر یہ کلیمز ادا کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔

کلیمز کی ادائیگی کے دوران اصولی طور پر تین صورتیں پیش آسکتی ہیں۔

۱۔ عطیات کی جتنی رقم وقف پول میں جمع ہوئی، اتنی ہی رقم کے کلیمز آئیں۔ اور کمپنی ان عطیات سے کلیمز کی ادائیگی کردے۔

۲۔ عطیات کے طور پر ملنے والی رقم کم ہو جبکہ کلیمز زیادہ ہوں تو اس کی وضاحت اوپر ہوچکی کہ وقف میں جتنی رقم موجود ہو اُس حد تک کلیمز کی ادائیگی کرکے بقیہ پالیسی ہولڈرز سے معذرت کی جاسکتی ہے اور اگر کمپنی ضرورت محسوس کرے تو بلا سود قرض لے کر بقیہ کلیمز کی ادائیگی کرسکتی ہے۔ یہ قرض بعد میں واپس کرنا ضروری ہوگا۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ عطیات کی رقم زیادہ ہو جبکہ کلیمز کم ہوں تو ایسی صورت میں جو زائد رقم (Surplus) ہوگی وہ وقف ہی کی ملکیت ہوگی، کمپنی کا اس پر کوئی حق نہیں ہوگا۔ لہٰذا وقف پول اُسے اپنے قواعد وضوابط کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ موجودہ حالات میں وقف پول اُس کے تین حصّے کرتا ہے۔ ایک حصہ آئندہ ضروریات کے لئے مختص (Reserve) کردیا جاتا ہے۔ ایک حصہ فقراء (شرعی اعتبار سے مستحق افراد و اداروں)

Scanned by CamScanner

میں تقسیم کیا جاتا ہے، اور تیسرا حصہ عطیات دہندہ (Donators) یعنی پالیسی ہولڈرز کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے، جبکہ کنوینشنل انشورنس میں یہ زائد رقم (Surplus) کمپنی کی ملکیت میں رہتی ہے اور اس کی آمدنی کا حصہ بن جاتی ہے۔

۵۔ تحلیل وقف (Dissolving of Waqf)

اگر کسی وقف کمپنی کے حصہ داران تکافل کمپنی کو ختم کرنے کا ارادہ کریں یا ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ تکافل کمپنی کا چلنا انتہائی مشکل یا ناممکن ہو جائے تو اس صورت میں وقف پول کو تحلیل (Dissolve) کیا جائے گا۔ اس وقت وقف شدہ اموال کو فقراء (یعنی مستحق زکوٰۃ افراد) پر صدقہ کر دیا جائے گا۔ اس بات کو بنیادی خاکے میں اِن الفاظ سے بیان کیا گیا:

> ''تکافل کمپنی کے حصہ داران اپنے طور پر اموالِ غیر منقولہ یا نقود (Cash) یا دونوں کو شرعی اصول وضوابط کے مطابق وقف کریں گے جنہیں وقف کہا جائے گا اور ان کے لئے آخری جہت ''قربت'' یعنی فقراء و مساکین پر تصدّق (صدقہ کرنا) ہوگی۔''

کمرشل انشورنس کی خرابیاں کس طرح دور کی گئیں؟

ہم نے اس بحث کے شروع میں عرض کیا تھا کہ مروّجہ انشورنس کے اندر بنیادی طور پر تین خرابیاں موجود ہیں۔

۱۔ ...... ربا (Interest)

۲......قمار (Gambling)

۳......غرر (Uncertainty)

اور بعض معاصر علماءِ کرام نے ایک چوتھی خرابی ''بیع الکالی بالکالی'' ذکر کی ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ متبادل اسلامی انشورنس میں یہ خرابیاں کس طرح دور کی گئیں، حقیقت یہ ہے کہ ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے بنیادی طور پر صرف ایک قدم اٹھایا گیا ہے وہ ہے عقد کے ڈھانچے کی تبدیلی، مروّجہ انشورنس میں ہونے والا معاملہ ''عقدِ معاوضہ'' تھا جس کی وجہ سے درج بالا خرابیاں پیدا ہوئیں، اسلامی انشورنس میں اسے ''عقد تبرع'' میں تبدیل کردیا گیا جس سے ربا (سود) کی خرابی تو بالکل ختم ہوگئی، کیونکہ سود اسی صورت میں پایا جاتا ہے جب دو چیزوں کی تبدیلی ''عقدِ معاوضہ'' کی بنیاد پر ہو، جب معاملہ معاوضہ کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ کوئی شخص اپنی طرف سے تبرعاً زیادہ دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ شرعاً پسندیدہ ہے، مثلاً کسی شخص نے آپ کو سو روپے ہدیے کے طور پر دیئے پھر کسی موقع پر آپ کی اس سے ملاقات ہوئی تو آپ نے دوسو روپے ہدیے کے طور پر دے دیئے تو یہ نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ ہوگا اور اسے ربا نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اس نے آپ کو سو روپے اس شرط پر نہیں دیئے تھے کہ آپ اسے کچھ بڑھا کر واپس کریں گے۔ اسی طرح بیع الکالی بالکالی کی خرابی بھی دور ہوگئی، کیونکہ یہاں کوئی بیع کا معاملہ ہی نہیں ہو رہا، بلکہ تبرع کی بنیاد فنڈ جمع ہو رہا ہے۔

باقی دو خرابیاں غرر اور قمار کی ہیں۔ ان دونوں کی بنیاد غیر یقینی کیفیت (Uncertainty) پر ہے۔ ظاہر ہے کہ غیر یقینی کیفیت تکافل کے اندر بھی موجود ہے کیونکہ اس میں پالیسی ہولڈر ایک ایسے نقصان کی تلافی کیلئے پریمیم جمع کراتا ہے

Scanned by CamScanner

جس کا پایا جانا غیر یقینی ہے کہ یہ معلوم نہیں کہ پالیسی ہولڈر کو وہ نقصان پیش آئے گا یا نہیں؟

لیکن اسلامی تکافل کے اندر اس غیر یقینی کیفیت سے عقد ناجائز نہیں ہوتا کیونکہ اس کی بنیاد عقد تبرع پر ہے اور تبرعات کے اندر غیر یقینی کیفیت (Uncertainty) کا پایا جانا ممنوع نہیں، جبکہ عقود معاوضہ کے اندر ممنوع ہے۔ اس کو بذریعہ مثال یوں واضح کیا جاسکتا ہے کہ مثلاً میرے پاس ایک تھیلی میں کچھ رقم ہے میں کسی دکاندار سے ایک پنکھا خریدتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں کہ اس کی قیمت وہ رقم ہے جو اس تھیلی میں ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ دکاندار کو معلوم نہیں کہ اس میں کتنی رقم ہے، لہٰذا اس کے اعتبار سے قیمت مجہول (غیر معلوم) ہے اور بیع کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ بیچی جانے والی چیز کی قیمت معلوم ہو، لیکن اگر میں کسی طالب علم سے یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ امتحان میں اوّل آ گئے تو جو رقم اس تھیلی میں ہے وہ تمہیں انعام کے طور پر دوں گا تو یہ صورت جائز ہے، حالانکہ یہاں بھی جہالت اور غیر یقینی کیفیت (Uncertainty) موجود ہے، لیکن چونکہ یہ عقدِ تبرع ہے اس لئے یہاں جہالت اور غیر یقینی کیفیت (Uncertainty) کا پایا جانا ممنوع نہیں۔ اسی طرح جب ہم نے انشورنس کا ڈھانچہ بدل دیا تو یہاں پر بھی غیر یقینی کیفیت پائے جانے کے باوجود معاملہ ناجائز نہیں ہوگا۔

تکافل کمپنی کا ورکنگ ماڈل

چونکہ وقف کی بنیاد پر پاکستان میں تکافل کمپنیاں کام کر رہی ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِن کمپنیوں کا ورکنگ ماڈل بھی مختصراً پیش کر دیا جائے۔

عام انشورنس کی دو بڑی قسمیں ہوتی ہیں۔

Scanned by CamScanner

۱۔......جنرل انشورنس (General Insurance)

۲۔......لائف انشورنس (Life Insurance)

اسی طرز پر تکافل کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔......جنرل تکافل (General Takaful)

۲۔......فیملی تکافل (Family Takaful)

لائف انشورنس کی جگہ تکافل کی اس قسم کے لئے ''لائف'' کے بجائے ''فیملی'' کا لفظ تجویز کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے ہم فیملی تکافل کے کاروبار کی وضاحت ایک کمپنی کے اختیار کردہ ماڈل کی مدد سے کرتے ہیں جو کہ Appendix1 میں دیا گیا ہے۔

فیملی تکافل (Family Takaful) پلان

کمپنی ماڈل (Company Model)

۱۔ سب سے پہلے وقف کی بنیاد پر ایک ''وقف پول'' بنایا جاتا ہے۔

۲۔ شیئر ہولڈرز وقف کے بانی (Founder) شمار ہوتے ہیں اور وہ وقف کے ضوابط طے کرتے ہیں۔

۳۔ ممبر کی تکافل کی اقساط کو خاص فنڈ میں جمع کر دیا جاتا ہے جو کہ (Family Takaful) فنڈ کہلاتا ہے، تکافل اقساط کی رقم کیا ہونی چاہئے، یہ ممبر خود طے کرتے ہیں لیکن کم سے کم حد کیا ہونی چاہیے یہ کمپنی طے کرتی ہے۔

Scanned by CamScanner

۴۔ تکافل آپریٹر کی حیثیت وقف کے متولی کی ہوتی ہے۔

۵۔ وقف کی گئی بنیادی رقم استعمال نہیں کی جاتی البتہ کم رسک والی تجارت میں بوقتِ ضرورت استعمال ہوتی ہے۔

۶۔ تکافل کی ہر قسط دو حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے اور دو مختلف اکاونٹ یعنی مضاربہ اکاونٹ (PMA)(۱) اور تکافل اکاونٹ (PTA)(۲) میں جمع کی جاتی ہے، اقساط کا ایک بڑا حصہ بچت و سرمایہ کاری کے لئے مضاربہ اکاونٹ میں جمع کیا جاتا ہے جس کی مضاربہ (۳) کی بنیاد پر سرمایہ کاری کی جاتی ہے اور اقساط کا وہ حصہ جو بچ جاتا ہے اسے تکافل اکاونٹ میں بطور تبرع جمع کیا جاتا ہے تاکہ اگر کسی ممبر کی موت پلان کی تکمیل سے پہلے واقع ہو جائے تو اس ممبر کے ورثاء کو ادائیگی کی جاسکے، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مضاربہ اکاونٹ کا مقصد فنڈ جمع کرنا ہوتا ہے جو کہ ممبر کو تکافل پلان کی تکمیل پر یا اس کے ورثاء کو اس کی موت پر ادا کیا جاسکے، اقساط کا وہ حصہ جو تبرع کے طور پر دیا جاتا ہے وہ تکافل اکاونٹ میں جمع کر دیا جاتا ہے۔

۷۔ سرمایہ کاری کے لئے کمپنی کو جو فنڈ حاصل ہوتے ہیں ان سب کو ساتھ جمع کرلیا جاتا ہے پھر شریعت کے اصولوں کے مطابق ان کی سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔

۸۔ مضاربہ اکاؤنٹ سے انتظامی اخراجات منہا کئے جاتے ہیں جبکہ تکافل کو چلانے کے اخراجات تکافل اکاؤنٹ سے منہا کئے جاتے ہیں۔

---

(۱) PMA پاکستان مضاربہ اکاؤنٹ ہے۔

(۲) PTA پاکستان تکافل اکاؤنٹ کا مخفف ہے۔

(۳) مضاربہ تجارت کا ایک اسلامی طریقہ ہے جس میں ایک فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اور دوسرا فریق اس سرمائے سے کاروبار کرتا ہے، نفع دونوں کے درمیان طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

۹۔ سرمایہ کاری سے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ مضاربہ کے اصولوں کے مطابق کمپنی اور ممبر کے درمیان طے شدہ تناسب مثلاً 50:50 کے تناسب سے تقسیم کیا جاتا ہے ممبر کا جو حصہ ہے وہ طے شدہ تناسب سے اس کے مضاربہ اکاؤنٹ اور تکافل اکاؤنٹ میں جمع کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ تین صورتیں:

اب جس شخص نے تکافل فنڈ میں عطیات جمع کرائے ہیں، اس کی تین حالتیں ہوسکتی ہیں۔

۱﴿...... جتنی مدّت کے لئے تکافل پلان لیا تھا، اُس مدت کی تکمیل سے پہلے اس کا انتقال ہو جائے۔

۲﴿...... مدّت کی تکمیل تک زندہ رہے اور تکافل پلان کے مکمل ہونے تک اپنے عطیات تکافل کمپنی میں جمع کراتا رہے۔

۳﴿...... تکافل پلان مکمل ہونے سے پہلے ہی کسی وجہ سے اس معاملے سے نکل جائے (Surrendering)

ہر ایک کو ملنے والے تکافل کلیم کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلی صورت:

اگر کوئی ممبر جس نے تکافل پلان لیا ہو اور وہ اس کی تکمیل کی مدت سے پہلے فوت ہو جاتا ہے تو کمپنی اس کے ورثاء کو ادائیگی کا انتظام مندرجہ ذیل طریقہ سے کرتی ہے۔

Scanned by CamScanner

PMA میں سے: یعنی مضاربہ اکاؤنٹ میں سے جو تکافل کی کل اقساط تکافل پلان کی ابتداء سے ممبر کے فوت ہونے تک جمع کرائی گئی ہیں اور سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والا منافع جو مضاربہ اکاؤنٹ میں جمع کرایا گیا۔

PTA میں سے: یعنی فوت ہونے کی وجہ سے ممبر کے ذمہ جو اقساط ہیں ان کا تعین فوت ہونے کی تاریخ سے تکافل پلان کی تکمیل کی تاریخ تک جمع کر کے کیا جاتا ہے۔

دوسری صورت:

اگر ممبر تکافل پلان کی تکمیل تک زندہ رہتا ہے اور وہ اقساط جمع کراتا رہتا ہے، تو اسے تکافل کے فوائد مندرجہ ذیل طریقے سے حاصل ہوتے جاتے ہیں:

الف ﴾......مضاربہ اکاؤنٹ (PMA) میں سے: تکافل اقساط کی وہ مجموعی رقم جو PMA میں جمع کرائی گئی ہے اور سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والا منافع جو PMA میں جمع کرایا گیا ہے۔

ب ﴾...... تکافل اکاؤنٹ (PTA) میں سے: وہ فاضل منافع (Net Surplus) جو ممبر کو ادا کیا گیا ہے یہ ممبر کے PTA کا گزشتہ تخمینہ کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔

تیسری صورت:

اگر کوئی ممبر کسی مجبوری کی بنیاد پر فیملی تکافل پلان (Family Takaful Plan) کی تکمیل کی مدت سے پہلے نکل جاتا (Surrender) ہے تو اسے (Surrender Benefits) حاصل کرنے کا حق ہے یہ فوائد مضاربہ فنڈ میں موجود

Scanned by CamScanner

رقم پر مشتمل ہوتے ہیں، جبکہ تکافل اکاؤنٹ میں تبرع کی مد میں دی گئی اقساط پر کوئی حق نہیں ہوتا۔

لیکن مندرجہ بالا ماڈل ابتدائی کمیشن اور پالیسی کے تعلق سے ہونے والے اخراجات کی وصولی میں زندگی کا بیمہ کرنے والی کمپنیوں کیلئے مشکلات پیدا کرتا ہے کیونکہ ان اخراجات کو پورا کرنے کیلئے مضاربہ اکاؤنٹ سے کی جانے والی سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے منافع کا ایک بڑا حصہ کمپنی کو ان اخراجات کو پورا کرنے کیلئے رکھنا پڑتا ہے جو کہ پالیسی لینے والوں کے لئے دلچسپی کا باعث نہیں ہوتا۔

۱۱۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ابتداء میں ہی (Upfront) جو کل اقساط وصول ہوئی ہیں ان میں سے ان اخراجات کو منہا کرلیا جائے اور جو رقم باقی رہتی ہے اس میں سے ایک حصہ مضاربہ اکاؤنٹ اور ایک حصہ تکافل اکاؤنٹ میں جمع کرایا جائے۔ جو رقم مضاربہ اکاؤنٹ میں رکھی گئی ہے اس سے حاصل ہونے والے منافع کا زیادہ تناسب مثلاً پچاسی فیصد لینے والوں کو دیا جاسکتا ہے کیونکہ کمپنی نے شروع میں ہی اپنے ابتدائی اخراجات (Initial Expenses) پورے کرنے کے لئے مجموعی اقساط (Total Premium) میں سے ابتدائی اخراجات منہا کر لئے ہیں۔ (ملاحظہ فرمایئے Appendix-2)

مذکورہ ماڈل کی ایک ترمیم

۱۲۔ مندرجہ بالا ماڈل کی ایک تبدیل شدہ شکل بعض کمپنیوں نے اختیار کی ہے، وہ یہ کہ یہ کمپنی اقساط کو تین حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ پہلا حصہ جو کل اقساط کا طے شدہ فیصد (Defined Percentage) کمیشن اور پالیسی کے تعلق سے

Scanned by CamScanner

ہونے والے دوسرے اخراجات کے لئے رکھ لیا جاتا ہے، یہ شرح مختلف پالیسیوں کے لئے مختلف ہوتی ہے، اس کا انحصار پالیسی کی تکمیل کی مدت اور اقساط کی وصولی کے وقت پالیسی کی گزری ہوئی مدت پر ہوتا ہے، مثلاً پہلے سال یہ شرح اسّی فیصد، دوسرے سال دس فیصد اور اس کے بعد پانچ فیصد اخراجات کے لئے منہا کئے جاسکتے ہیں، دوسرے حصہ کا تعلق متوقع بیمہ کی اقساط سے ہے جو وقف کے لئے تبرع کی مد میں دی جاتی ہیں۔ اس کا انحصار بیمہ لینے والے کی عمر اور بیمہ پالیسی کی مالیت پر ہوتا ہے یہ دونوں حصے تکافل اکاؤنٹ میں جبکہ تیسرا حصہ جو بچ رہتا ہے اسے مضاربہ اکاؤنٹ میں جمع کیا جاتا ہے۔

۱۳۔ بعض مرتبہ منافع کا زیادہ تناسب مضاربہ اکاؤنٹ میں جمع کیا جاتا ہے، تمام اخراجات بشمول کمیشن دوسرے اخراجات سے منہا کئے جاتے ہیں اور اس طرح تکافل اکاؤنٹ میں صرف تبرع کی مد میں رقم وہ جائے گی جس سے کلیم (Claim) اور دوسرے اخراجات کو پورا کیا جائے گا، جہاں تک تکافل اکاؤنٹ کا تعلق ہے ان کا فاضل منافع ممبران کے درمیان تقسیم کردیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے (Appendix-3

جنرل تکافل (General Model) ماڈل:

جنرل تکافل ماڈل کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ ممبران کی طرف سے دی جانے والی اقساط جو وقف کے لئے تبرّع ہوتی ہیں، انہیں جنرل تکافل فنڈ میں جمع کیا جاتا ہے۔

۲۔ کمپنی تکافل فنڈ کو بطور منیجر چلاتی ہے اور وقف کی ملکیت میں موجود اقساط

Scanned by CamScanner

میں سے ایک طے شدہ تناسب سے انتظامی اخراجات وصول کرتی ہے۔

۳۔ جنرل تکافل فنڈ میں موجود ایک مخصوص رقم کو تکافل کمپنی شریعت کے اصولوں کے مطابق مضاربہ کی بنیاد پر فنڈ سے لے لیتی ہے اور اُسے نفع بخش کاروبار لگاتی ہے۔ حاصل شدہ نفع کمپنی اور فنڈ کے درمیان طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔

۴۔ فنڈ میں سے انتظامی اخراجات کے علاوہ کلیمز کی ادائیگی بھی کی جاتی ہے۔

۵۔ اگر اِن اخراجات کے بعد بھی کچھ رقم بچ جائے، جیسے فائض (Surplus) کہتے ہیں، تو اُسے ممبران کے درمیان متناسب بنیاد پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ (دیکھئے Appendix-4)

۶۔ جنرل تکافل کی ایک تبدیل شدہ صورت وہ ہے جب کمپنی تکافل فنڈ چلانے کی باقاعدہ فیس نہیں لیتی بلکہ مضاربہ کے عقد میں اپنے نفع کی نسبت بڑھا لیتی ہے۔ (دیکھئے Appendix-5)

Scanned by CamScanner

FAMILY TAKAFUL

OPERATION FLOW CHART

Appendix-1

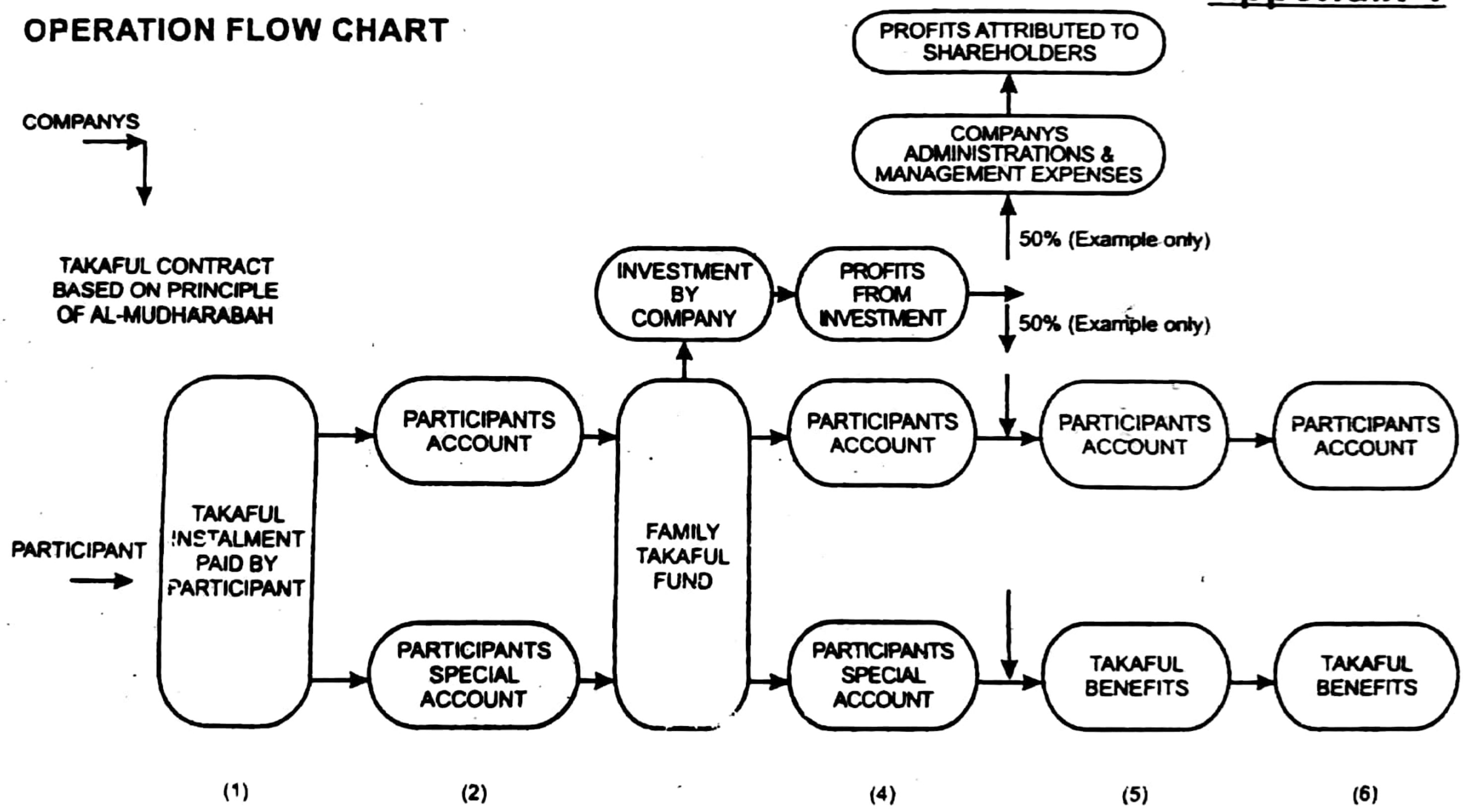

Scanned by CamScanner

FAMILY TAKAFUL **(Approch 2)** **Appendix-2**

100% UNDERWRITING SURPLUS TO PARTICIPANTS

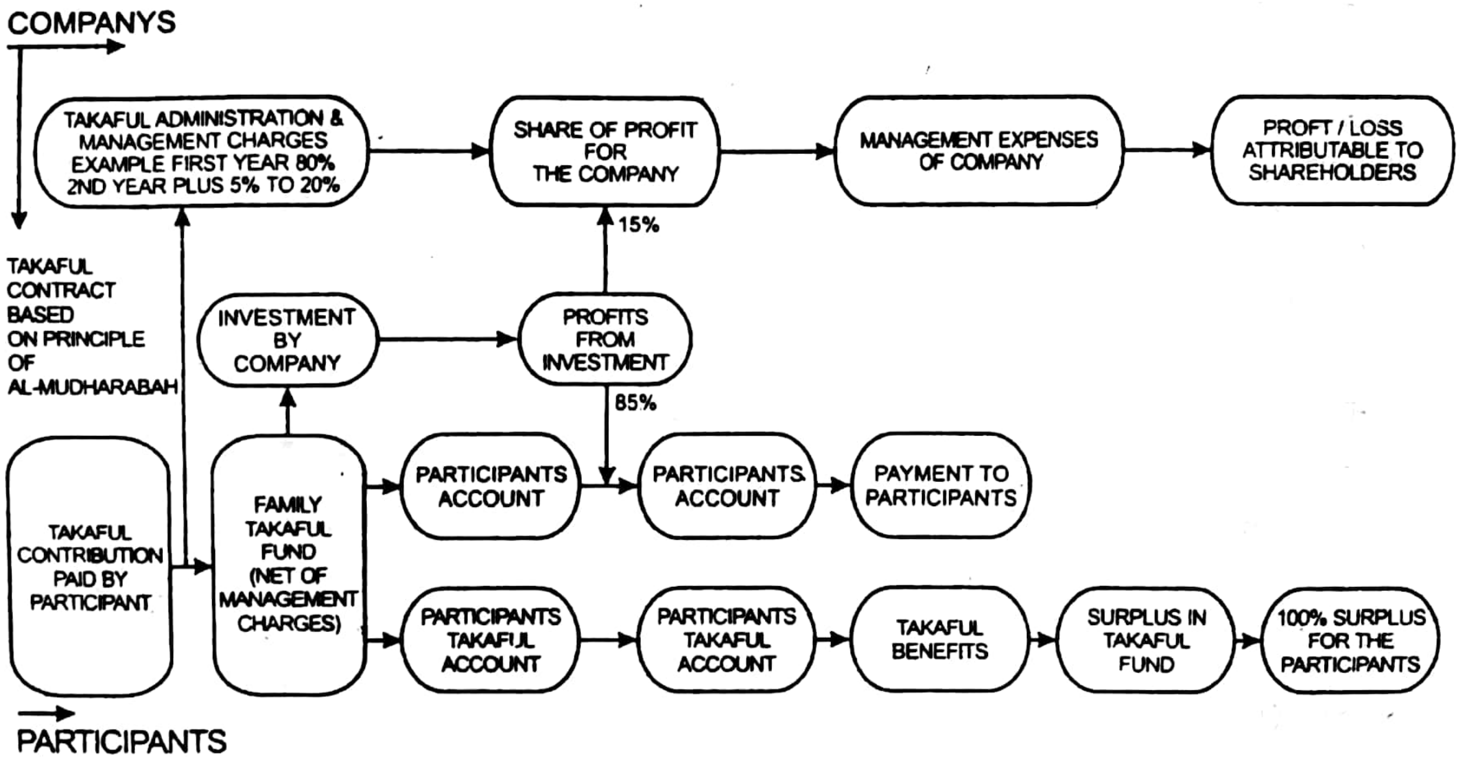

Scanned by CamScanner

Appendix-3

FAMILY TAKAFUL

100% UNDERWRITING SURPLUS TO PARTICIPANTS

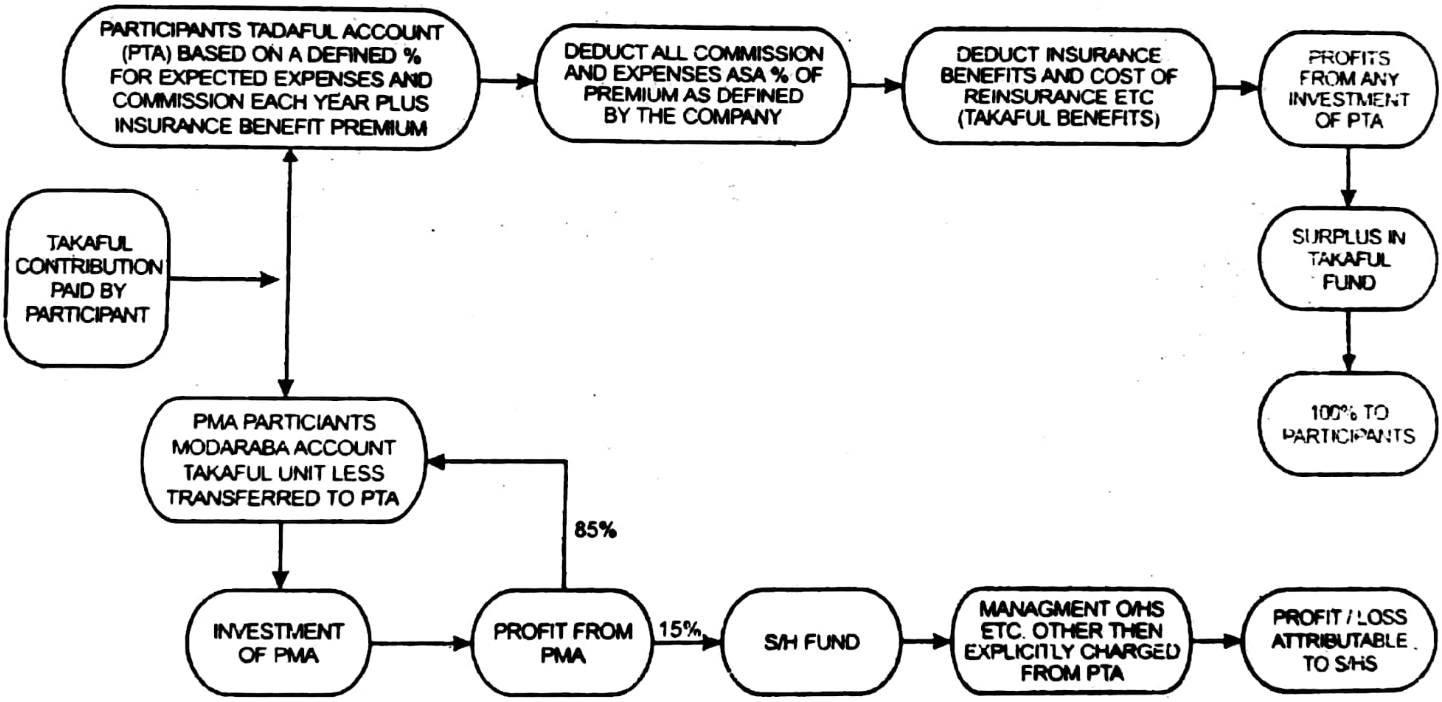

Scanned by CamScanner

FAMILY TAKAFUL

Appendix-4

100% UNDERWRITING SURPLUS TO PARTICIPANTS

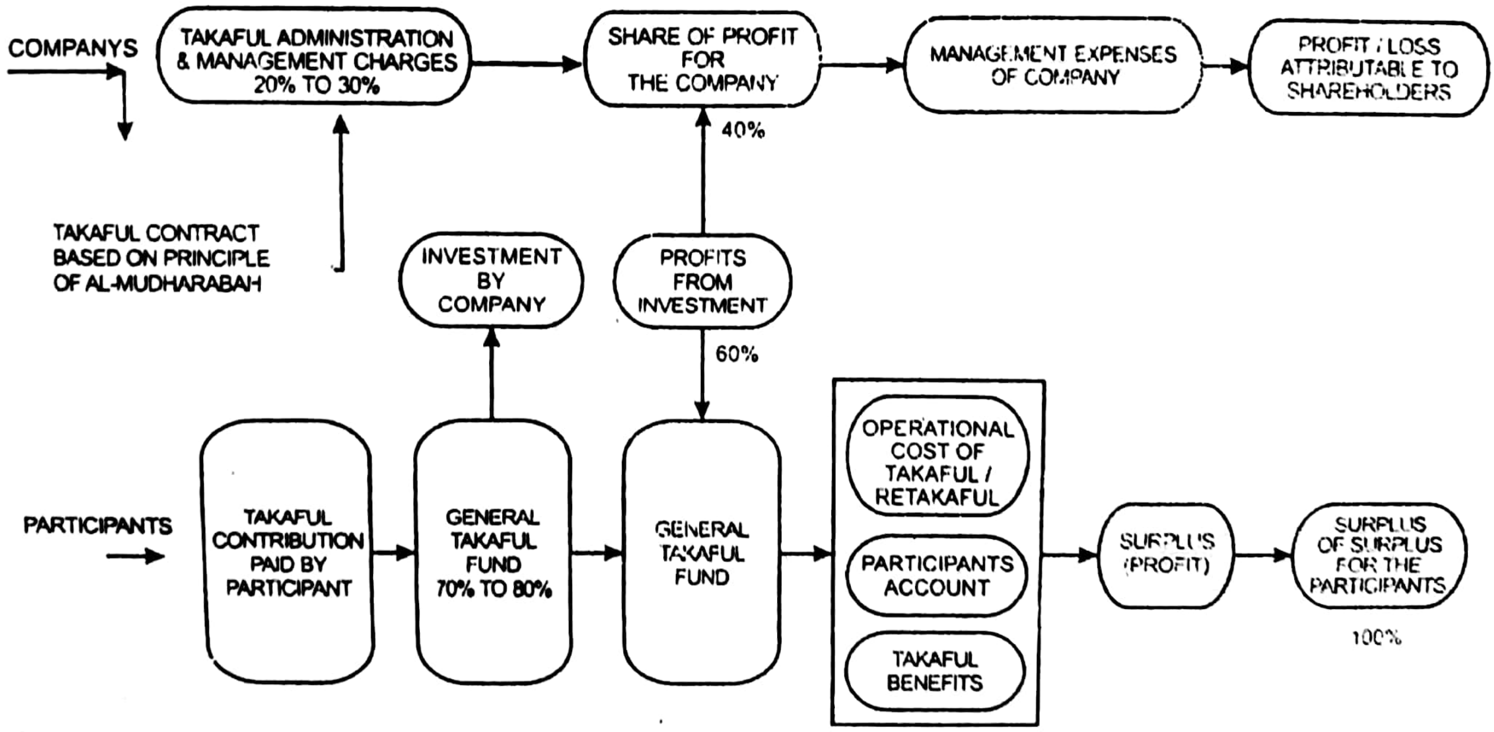

Scanned by CamScanner

TAKAFUL MALASIA APPROACH

Similar to Conventional Ins

Sharing in UW Surplus Does not seem correct

Appendix-5

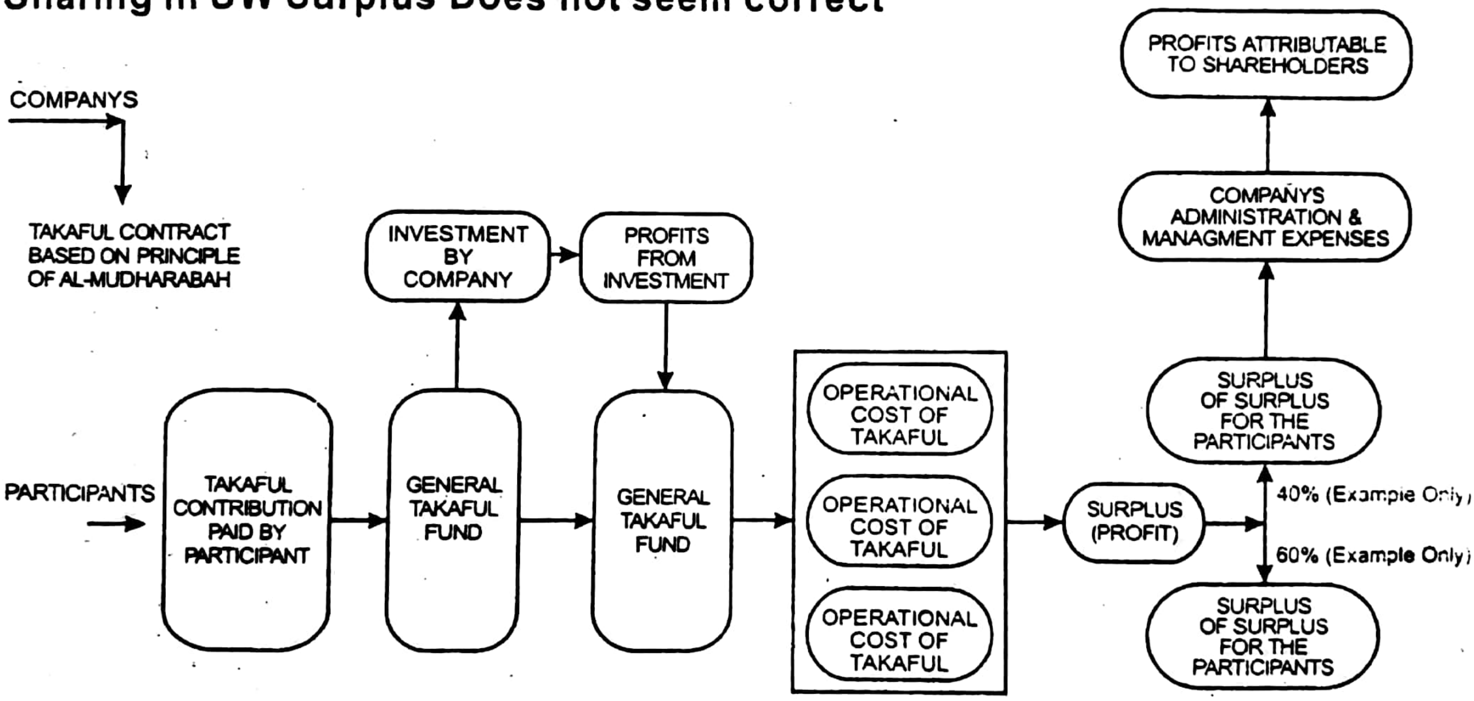

Scanned by CamScanner

وکالۃ + وقف اور مضاربہ + وقف ماڈل

وقف ماڈل کا بنیادی تصور اور طریقۂ کار تو وہی ہے جو پیچھے بیان ہوا البتہ بعض مرتبہ وقف کے ساتھ وکالۃ یا مضاربہ کا لفظ استعمال کر کے یوں کہا جاتا ہے کہ یہ وکالۃ + وقف ماڈل ہے یا مضاربہ + وقف ماڈل ہے۔ اس اضافے سے وہ ماڈل ''وقف ماڈل'' ہونے سے نہیں نکلتا، بلکہ اس میں ایک اور بات کی وضاحت ہوتی ہے۔

وہ یہ کہ اگر ماڈل ''وکالہ + وقف'' کی بنیاد پر ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تکافل کمپنی تکافل فنڈ کو ''وکالہ'' (Agency) کی بنیاد پر انویسٹ (Invest) کرے گی، یعنی سرمایہ کاری کرنے کے نتیجہ میں اپنی ایجنسی فیس وصول کرے گی اور پول کے نفع ونقصان میں نہ شریک ہوگی اور نہ اس کی ذمہ دار ہوگی۔

اس کے برعکس اگر مضاربہ + وقف ماڈل ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کمپنی مضارب ہونے کی حیثیت سے سرمایہ کاری کرے گی اور مضاربہ کے اصولوں کے مطابق طے شدہ تناسب کے مطابق نفع کی حقدار ٹھہرے گی، لیکن اگر پول کو نفع نہ ہوا یا نقصان ہوا تو اُسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

دوسرا متبادل: تبرّع کی بنیاد پر

دوسرا متبادل تبرّع (Donation) کی بنیاد پر ہے۔ یہ متبادل ملائیشیا اور شرقِ اوسط کے ممالک میں رائج ہے۔ اس کا طریقہ کار بھی تقریباً وہی ہے جو وقف کی بنیاد پر پیش کیے گئے متبادل کے اندر ذکر کیا گیا۔

البتہ ''وقف ماڈل'' اور ''تبرّع ماڈل'' کے درمیان بنیادی طور پر دو فرق

Scanned by CamScanner

ہیں۔

۱۔ پہلا فرق یہ ہے کہ وقف ماڈل کے اندر پہلے کمپنی کے حصہ دران (Share Holders) کچھ منقولہ وغیر منقولہ جائیداد یا نقد رقم وقف کرتے ہیں۔ یہ وقف ان لوگوں کے لئے ہوتا ہے جنہیں خاص قسم کا ضرر پہنچ سکتا ہے۔ جبکہ تبرّع ماڈل میں کوئی چیز وقف نہیں کی جاتی۔

۲۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ وقف ماڈل کے اندر پالیسی ہولڈر ''وقف پول'' کو پریمیم دیتے ہیں جو وقف کی ملکیت میں چلا جاتا ہے اور پھر اُسے وقف کے طے شدہ اصول وضوابط کے مطابق استعمال کیا جاتا ہے جبکہ تبرّع ماڈل میں یہ عطیہ اُس پول کی ملکیت میں جاتا ہے جو مختلف تبرعات سے وجود میں آتا ہے۔

یہاں یہ واضح رہنا ضروری ہے کہ اگرچہ وقف اس اعتبار سے تبرّع ہی کی ایک قسم ہے کہ اس پر تبرّع کی حقیقت صادق آتی ہے یعنی وقف کرنے والا کسی بدلے اور معاوضے کی شرط اور خواہش کے بغیر کوئی چیز وقف کرتا ہے اور تبرع بھی اُس عطیے کو کہتے ہیں جو کسی عوض کی خواہش کے بغیر کیا جائے تاہم شرعاً وقف کے احکام میں تبرع کے مقابلے میں زیادہ لچک ہے، اس لئے وقف کی بنیاد پر تکافل کا انتظام چلانے میں اُن بہت سارے .بہت سے حفاظت ہو جاتی ہے جو تبرع کی بنیاد پر پیش کئے گئے متبادل پر کئے گئے ہیں۔ جن کی تفصیل پیچھے ذکر کی گئی ہے۔ اس لئے پاکستان کے علماءِ کرام نے وقف کی بنیاد متبادل پر پاکستان میں بعض تکافل کمپنیوں نے کام شروع کردیا ہے اور دیگر بعض شروع کرنے والی ہیں۔

Scanned by CamScanner

ری تکافل (Re takaful)

ری تکافل سے مراد ایسا معاہدہ ہوتا ہے جو تکافل کمپنی اور ری تکافل کمپنی کے درمیان ہوتا ہے جس کے تحت ری تکافل کمپنی تکافل کمپنی سے جو رسک لیتی ہے اس کے ایک حصہ کی ادائیگی کی ذمہ داری لیتی ہے۔ یعنی جب کوئی شخص تکافل کمپنی سے تکافل کا معاہدہ کر کے پریمیم ادا کرتا ہے تو تکافل کمپنی اس پریمیم کا کچھ حصہ دوسری کمپنی جسے ری تکافل کمپنی کہتے ہیں، کو دے دیتی ہے، اور اس کی وجہ سے اس چیز کا رسک ان دونوں کمپنیوں کے درمیان تقسیم ہو جاتا ہے۔

ری تکافل ری انشورنس کی طرح اس نظام کا لازمی حصہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے تکافل کمپنی اس قابل ہوجاتی ہے کہ وہ چھوٹا پریمیم لے کر بڑا رسک کور کر سکے۔ اگر وہ ری تکافل کا سہارا نہ لے اور خود سارا رسک کور کرے تو اُسے پریمیم زیادہ لینا ہوگا۔ اگر وہ اس طرح کرے تو مارکیٹ کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

عام طور پر ری تکافل کے ذریعہ درج ذیل تحفظات حاصل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ تکافل کمپنی اور حصہ داروں کے سرمایہ کا تحفظ

۲۔ سال بہ سال کلیمز (Claims) میں جو اتار چڑھاؤ ہوتا ہے اسے متوازن (Stabilize) کرنا۔

۳۔ مختلف اقسام کے کاروبار میں ہونے والے پیچیدہ اور زیادہ سے زیادہ خطرات کا سامان کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کرنا۔

۴۔ رسک (Risks) کو دنیا کی منڈیوں تک وسعت دینا تا کہ کسی ایک ملک کی معیشت پر پڑنے والے بوجھ کو کم سے کم کیا جاسکے۔

Scanned by CamScanner

عقد کی جو صورتیں اور تفصیلات پالیسی ہولڈر اور تکافل کمپنی کے درمیان ہوتی ہیں، بالکل وہی صورتیں تکافل اور ری تکافل کمپنی کے درمیان ہوتی ہیں۔ چنانچہ جس طرح ایک پالیسی ہولڈر تکافل کمپنی میں پریمیم جمع کراتا ہے، اسی طرح ایک تکافل کمپنی ری تکافل کمپنی میں پریمیم جمع کراتی ہے۔

اور جس طرح تکافل کے دو ماڈل ہیں:

۱۔وقف ماڈل

۲۔تبرّع ماڈل

اسی طرح رِی تکافل بھی وقف کی بنیاد پر بھی ہوسکتی ہے اور تبرّع کی بنیاد پر بھی ہوسکتی ہے۔ تاہم چونکہ عالمی سطح پر ''تبرّع'' کی بنیاد پر تکافل کا کام پہلے شروع ہوا ہے، اس لئے تبرع کی بنیاد پر کام کرنے والی ری تکافل کمپنیاں تو وجود میں آ چکی ہیں البتہ وقف کی بنیاد پر کام کرنے والی کوئی ری تکافل کمپنی عملاً وجود میں نہیں آئی۔ امید ہے کہ مستقبلِ قریب میں وجود میں آ جائے گی۔

Scanned by CamScanner

مروّجہ انشورنس اور تکافل میں بنیادی فرق

Basic Differences b/t Conventional Insurance & Takaful

اگرچہ گزشتہ تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہوچکی ہے کہ انشورنس اور تکافل اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف چیزیں ہیں، تاہم خلاصہ کے طور پر ان دونوں کے درمیان پائے جانے والے فروق کو بھی مختصراً، تقابلی چارٹ کی شکل میں تحریر کیا جاتا ہے، تاکہ اِن دونوں معاملات کا فرق انگلیوں کے پوروں (Finger Tips) پر گن کر بھی واضح کیا جاسکے۔

انشورنس	تکافل
(ا) انشورنس میں صرف دو پارٹیاں ہوتی ہیں، انشورر اور انشورڈ	(ا) تکافل میں تین پارٹیاں ہوتی ہیں۔ الف...... تکافل کمپنی جو مختلف مراحل پر مختلف کردار ادا کرتی ہے۔ ب...... پالیسی ہولڈرز ج...... تکافل فنڈ کا حوض (Pool) جو کہ شخصِ قانونی (Legal Person) ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

(۲) انشورنس میں صرف ایک عقد (Contract) یعنی انشورنس کا عقد ہوتا ہے۔	(۲) تکافل میں مختلف مراحل پر مختلف عقود (Contracts) ہو رہے ہوتے ہیں۔ ابتداءً امانت اور تبرع کا عقد، پھر انتظام و انصرام کا عقد اور ان کے بعد مضاربہ اور شرکہ کے عقود۔
(۳) مروّجہ انشورنس کا معاملہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک عقد معاوضہ (Commutative Contract) ہے جس کی وجہ سے اس میں کئی شرعی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔	(۳) تکافل کا معاملہ عقد معاوضہ نہیں ہوتا بلکہ تبرع یا وقف کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان خرابیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے جو انشورنس کمپنی میں پائی جاتی ہیں۔
(۴) انشورنس میں پالیسی ہولڈر جو پریمیم جمع کراتا ہے، وہ انشورنس کمپنی کی ملکیت بن جاتا ہے۔	(۴) تکافل میں پالیسی ہولڈر کی طرف سے دی گئی رقم تکافل کمپنی کی ملکیت میں نہیں آتی بلکہ اس کے پاس امانت ہوتی ہے۔
(۵) انشورنس میں رسک کور کرنا کمپنی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ گویا اس میں پالیسی ہولڈر کا رسک کمپنی کی طرف منتقل (Transfer) ہو جاتا ہے۔	(۵) تکافل میں رسک کور کرنا کمپنی کے ذمہ نہیں ہوتا بلکہ اگر پالیسی ہولڈرز کے عطیات سے وجود میں آنے والا پول میں گنجائش ہو تو رسک کور کیا جاتا ہے۔ گویا تکافل میں رسک باہمی طور پر برداشت (Share) کیا جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

(۶) انشورنس میں انشورر (Insurer) صرف انشورنس کمپنی ہوتی ہے۔	(۶) تکافل کمپنی میں پالیسی ہولڈرز تکافل فنڈ کے ذریعے ایک دوسرے کے لئے انشورراور انشورڈ ہوتے ہیں یعنی ہر پالیسی ہولڈر انشورر بھی ہوتا ہے اور انشورڈ بھی ہوتا ہے۔
(۷) انشورنس کمپنی میں مالی سال کے آخر میں اگر زائد رقم (Surplus) بچ جائے تو وہ بھی کمپنی کی ملکیت میں ہوتی ہے۔	(۷) تکافل میں بچ جانے والی زائد رقم (Surplus) تکافل کمپنی کی ملکیت میں نہیں آتی۔
(۸) انشورنس کمپنی میں بھی اگرچہ مختلف پول تشکیل دیئے جاتے ہیں لیکن کوئی بھی شخص قانونی (Legal Person) نہیں ہوتا۔	(۸) تکافل کمپنی میں ابتداءً بننے والا پول ایک شخص قانونی ہوتا ہے۔
(۹) چونکہ انشورنس میں صرف ایک عقد ہوتا ہے (یعنی انشورنس کا عقد) اس لئے وہاں انشورنس کمپنی اور پالیسی ہولڈر کے درمیان صرف ایک تعلق (Relation) پیدا ہوتا ہے۔	(۹) تکافل میں چونکہ کئی معاملات ہوتے ہیں، اس لئے مختلف مراحل پر مختلف تعلقات (Relations) پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

(۱۰) انشورنس میں چونکہ ایک عقد ہوتا ہے، اس لئے اس کے سارے حسابات (Accountings) اسی کے گرد گھومتے ہیں۔	(۱۰) تکافل کے اندر مختلف مراحل پر مختلف عقود آنے کی وجہ سے حسابات (Accounting) مختلف مراحل میں مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

تلك عشرة كاملة

Scanned by CamScanner

ضمیمہ نمبر ۱

مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہ کے اشکالات اور ان کے جوابات

کتاب ''تکافل - انشورنس کا اسلامی طریقہ'' کا پہلا ایڈیشن شائع ہونے کے بعد حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد مدظلہم کے تکافل سے متعلق کچھ اشکالات سامنے آئے جو ان کی کتاب ''جدید معاشی مسائل اور حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے دلائل کا جائزہ'' میں مسئلہ نمبر ۴ بعنوان ''کیا تکافل کا نظام اسلامی ہے'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

دارالعلوم کراچی کے استاذ و رفیق دارالافتاء مولانا عصمت اللہ صاحب کے تعاون سے احقر نے یہ جوابات لکھے۔ انہیں بطورِ ضمیمہ کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔

وضاحت

حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم نے اپنی تحریر کے بالکل آغاز میں لکھا ہے ''ہمارے ہاں تکافل یعنی اسلامی انشورنس کا جو نظام رائج کیا گیا ہے، وہ مولانا تقی عثمانی مدظلہ کا وضع کیا ہوا ہے''۔

چنانچہ ان کے ذکرکردہ اشکالات کا جواب دینے سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ہمارے ہاں تکافل یعنی اسلامی انشورنس کا جو نظام رائج ہے، وہ تنہا حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کی رائے پر قائم نہیں ہوا، بلکہ اس کا تصور آج سے اکتالیس سال پہلے ۱۳۸۴ھ میں پاکستان کے مستند علماءِ کرام اور مفتیانِ عظام پر

مشتمل مجلس ''مجلس تحقیق مسائلِ حاضرہ'' نے پیش کیا۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرّہ کی کتاب بیمۂ زندگی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

اس متبادل کے صحیح ہونے پر دارالعلوم کے علماء کے علاوہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد ولی حسن ٹونکویؒ، حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں۔ (بیمۂ زندگی، ص: ۲۷)

اس کے بعد آج سے چھ سال قبل دسمبر ۲۰۰۲ء میں جامعہ دارالعلوم کراچی میں پاکستان کے علاوہ بنگلہ دیش اور شام کے اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ کا جو اجتماع ہوا، اس میں بھی اس متبادل کو جائز بلکہ بہتر قرار دیا گیا نیز اس سے متعلق ابتدائی خاکے پر بھی اتفاق کیا گیا، اس کی وضاحت احقر نے اپنی کتاب ''تکافل - انشورنس کا اسلامی طریقہ'' کے اندر بھی کی ہے۔

نیز عالمِ اسلام کے بہت سے جید علماءِ کرام بھی اس نظام کو درست قرار دے چکے ہیں ان حالات میں یہ کہنا کہ تکافل کا موجودہ نظام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا وضع کیا ہوا ہے، ایک خلافِ واقعہ بات ہے۔

اس وضاحت کے بعد اب ہم حضرت مفتی صاحب مدظلہم کے اشکالات کا جواب تحریر کرتے ہیں۔ موضوع سے متعلق حضرت مفتی صاحب مدظلہم کے تحریر کردہ پورے مواد کا مطالعہ کر کے اس کا تجزیہ کیا گیا تو بنیادی طور پر درج ذیل اشکالات سامنے آئے۔ ذیل میں ان اشکالات کو ذکر کر کے ان کا جواب تحریر کیا جاتا ہے۔

اشکالِ اوّل

آپ ''نقدی کے وقف کا صحیح ہونا'' اور ''واقف کا اپنی زندگی میں وقف سے انتفاع کی شرط لگانا'' ان دونوں باتوں کو مسلم اور صحیح مانتے ہیں لیکن نقدی میں وقف علی

النفس کی شرط کو غلط سمجھتے ہیں، کیونکہ آپ کی تحقیق کے مطابق اس صورت میں تلفیق لازم آتی ہے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔

''ہم کہتے ہیں: وقف علی النفس کے قائل امام ابو یوسف ہیں جو دراہم کے وقف کے قائل نہیں جبکہ دراہم کے وقف کے قائل امام زفر ہیں جو وقف علی النفس کے قائل نہیں، لہذا دراہم کا وقف ایسا حکم ہوا جو دو قولوں کی تلفیق سے حاصل ہوا ہے'' (ص:۱۶) پھر آنجناب نے منقولہ اشیاء کا وقف صحیح ہونے کی درج ذیل صورت بیان فرمائی ہے:

> ''منقولہ اشیاء میں صرف یہی صورت ممکن ہے کہ آدمی ان کو وجوہِ خیر میں فوری وقف کردے اور شرط کردے کہ وہ خود بھی دوسروں کے ساتھ فائدہ اٹھائے گا یا وقف کے منافع کا حقدار ہونے کی وجہ سے دوسرے حقداروں کے ساتھ شریک ہوگا''۔(ص:۸،۹)

جواب

یہ بات الگ ہے کہ مسئولہ صورت تلفیق کی ہے یا نہیں، جواب میں یہ بات ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ اصل جو مغالطہ ہوا ہے، وہ سمجھنا کافی ہے جس کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے:

''تکافل علی اساس الوقف'' میں جو مغالطہ لگا ہے وہ یہ ہے کہ:

نظامِ تکافل میں شرکاء فنڈ کو واقفین سمجھا گیا اور ان کے چندوں کو وقف سمجھا گیا اور یہ سمجھا گیا کہ پالیسی ہولڈرز چندہ دیتے وقت عملاً یہ لوگ انتفاعِ نفس کی شرط لگاتے ہیں جس کا مطلب یہ لیا گیا کہ یہ وقف علی النفس ہے جس پر یہ کہا گیا کہ ''وقف علی النفس'' کے قائل امام ابو یوسف ہیں جو دراہم کے وقف کے قائل نہیں، جبکہ دراہم

Scanned by CamScanner

کے وقف کے قائل امام زفر ہیں جو وقف علی النفس کے قائل نہیں ،لہذا دراہم کا وقف ایسا حکم ہوا جو دوقولوں کی تلفیق سے حاصل ہوا ہے'' حالانکہ یہ محض مغالطہ ہے، یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں:

۱۔فنڈ

۲۔چندہ

شروع میں شیئر ہولڈرز نے کچھ رقم وقف کر کے ایک فنڈ قائم کیا ،اس مرحلہ پر یہ وقف الدراہم یا وقف النقود ہے اور صرف یہی وقف ہے، اس میں واقفین، نہ وقف علی النفس کی کوئی شرط لگاتے ہیں اور نہ ہی انتفاع کی کوئی شرط لگاتے ہیں، بلکہ وہ وقف کر کے اس فنڈ کے انتفاع سے فارغ ہو گئے ،اب اگر ان کو نفع ملتا ہے تو وہ صرف اجرتِ وکالہ یا مضاربہ کی بنیاد پر ملتا ہے، وقف کی وجہ سے ان کو اس وقف فنڈ سے کوئی نفع نہیں ملتا،لہذا اس مرحلہ پر وقف الدراھم علی النفس کی بحث بے جا ہے۔

جہاں تک ''چندہ'' کا تعلق ہے،تو وہ وقف ہے ہی نہیں ، بلکہ وہ مملوکِ وقف ہے،جس میں علی النفس کی بحث نہیں آتی ، کیونکہ یہ وقف ہی نہیں جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے درج ذیل الفاظ میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

مایتبرع به المشترکون یخرج من ملکھم ویدخل فی الصندوق الوقفی وبما انه لیس وقفا وانما ھوَ مملوك للوقف (۱)

اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ چندہ دہندگان کو نقصان کی صورت میں مذکورہ فنڈ سے فوائد کس بنیاد پر ملتے ہیں؟ تو اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ شروع میں

(۱) تاصیل التامین التکافلی علی أساس الوقف والحاجة الداعیة الیه ،ص: ۲۰

Scanned by CamScanner

واقفین فنڈ نے وقف کو مطلق نہیں کیا ہے، بلکہ ان کے نزدیک اس وقف سے صرف وہ لوگ منتفع ہوں گے جنہوں نے اس وقف کو چندہ دیکر اس کی رکنیت حاصل کی ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو اس وقف فنڈ کو چندہ دیکر اس کا رکن بنے گا، وہ گویا کہ موقوف علیہ ہو جائے گا، اب اس کو واقفین کی شرط کے مطابق فنڈ سے فوائد مقررہ ملیں گے۔

لان شرط الواقف کنص الشارع.

جس کی وضاحت حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے درج ذیل الفاظ میں فرمائی ہے۔

مایحصل علیه المشترکون من التعویضات لیس عوضاً عما تبرعوا به ، وانما هو عطاء مستقل من صندوق الوقف لدخولهم فی جملة الموقوف علیهم حسب شرائط الوقف (۱)

اس تفصیل سے درج ذیل باتیں واضح ہو گئیں:

۱۔ شریکِ فنڈ کو فوائد شریک کی کسی شرط کی وجہ سے نہیں مل رہے ہیں بلکہ وہ فنڈ کو چندہ دیکر فنڈ کا رکن بن گیا، اب اس کو فوائد واقفین کی شرط کی وجہ سے من جملہ موقوف علیہم میں شامل ہونے کی وجہ سے مل رہے ہیں، لہذا اس کا ''عطاء مستقل'' ہونا بھی واضح ہو گیا۔

۲۔ یہ چندہ وقف نہیں، لہذا اس میں وقف النقود اور علی النفس، اور دونوں کو ملانے سے لزومِ تلفیق کی بحث طویل (جو مذکورہ رسالہ میں ہے) بھی سامنے نہیں آئے گی، اور جو وقف ہے وہ اصل فنڈ ہے، اس میں علی النفس کی کوئی شرط ہی نہیں۔

(۱) تاصیل التامین التکافلی علی أساس الوقف والحاجة الداعیة الیه ، ص: ۲۱

Scanned by CamScanner

ذکر کردہ اشکال کی بنیاد پر موجودہ تکافلی نظام کو اس وقت ناجائز کہا جا سکتا تھا جب اصل واقفین وقف کرتے وقت ''وقف علی النفس'' کی شرط لگاتے جبکہ موجودہ صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے اور اگر وقف کرتے وقت ''وقف علی النفس'' کے بجائے یہ شرط لگاتے کہ وقف کی وجہ سے وہ خود بھی دوسروں کے ساتھ فائدہ اٹھائیں گے تو اس صورت کے جواز کے آپ بھی قائل ہیں لیکن موجودہ صورت میں تو یہ بھی نہیں ہے اس لئے کہ موجودہ صورت میں واقفین وقف کرنے کی وجہ سے وقف سے براہِ راست کوئی نفع نہیں اٹھاتے بلکہ اگر ان کو کوئی نفع ملتا ہے تو وہ صرف اجرتِ وکالہ یا مضاربہ کی بنیاد پر ملتا ہے، وقف کی وجہ سے ان کو اس وقف فنڈ سے کچھ نہیں ملتا، بلکہ اس کی ابتداء متضررین کے لئے اور انتہا قربت کے لئے ہے، جس کی وضاحت حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے اس طرح فرمائی ہے:

تنشئ شركة التامين الاسلامى صندوقاً للوقف وتعزل جزءاً معلوماً من رأس مالها يكون وقفا على المتضررين من فى الصندوق حسب لوائح الصندوق وعلى الجهات الخيرية فى النهاية .(۱)

اور یہی بات دسمبر ۲۰۰۲ء دارالعلوم میں ہونے والے ملک بھر کے علماء کے اجلاس میں ان الفاظ کے ساتھ طے ہوئی:

''اس کے اندر سب سے پہلے شیئر ہولڈرز یعنی تکافل کمپنی کے حصہ داران اپنے طور پر اموالِ غیر منقولہ یا نقود یا دونوں کو شرعی اصول وضوابط کے مطابق وقف کریں گے، جنہیں وقف کہا جائے گا اور

(۱) تاصيل التامين التكافلى على أساس الوقف والحاجة الداعية اليه، ص: ۲۲

Scanned by CamScanner

ان کیلئے آخری جہت ''قربت'' یعنی فقراء ومساکین پر تصدق (صدقہ کرنا) ہوگی'' (مسودہ تکافل کی قراردادیں، ص:۳۰)

اشکالِ دوم

''وقف مخصوص افراد کیلئے ہوسکتا ہے'' آپ اسے تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ اختصاص اس بنیاد پر ہونا تسلیم نہیں کہ یہ صرف اُن لوگوں کیلئے ہو جنہوں نے پالیسی حاصل کی ہے بلکہ مخصوص علاقے کے لئے یا مخصوص رشتہ داروں وغیرہ کیلئے ہونا صحیح ہے۔آپ کا کہنا یہ ہے کہ اس طرح یہ عقدِ معاوضہ بن جائیگا جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

> ''صمدانی صاحب کے یہ الفاظ'' اس وقف سے صرف وہ لوگ فائدہ اٹھاسکتے ہیں جو اس وقف کو عطیہ دیں'' اس پر واضح دلیل ہے کہ عقدِ معاوضہ ہے''۔

جواب

اس اعتراض کا اسی مجلس میں جو جواب دیا گیا تھا، اس کا حاصل یہ ہے کہ ''چندہ تو ہدیہ اور عطیہ ہے جبکہ پالیسی ہالڈرز کے نقصان کی تلافی وقف کی شرائط کی وجہ سے ہے'' یعنی

یہاں دونوں اپنی نوعیت کے اعتبار سے الگ الگ معاملات ہیں کیونکہ چندہ دہندگان کو نقصان کی تلافی کا فائدہ اس کی کسی شرط کی وجہ سے نہیں مل رہا، بلکہ وہ تو فنڈ کو چندہ دیکر فنڈ کا رکن بن گیا، اب اس کو یہ فائدہ واقفین کی شرط کی وجہ سے منجملہ موقوف علیھم میں شامل ہونے پر مل رہا ہے، جوکہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے ''عطاء مستقل'' ہے اور واقفین کو اس بات کا اختیار ہے کہ وقف کے اندر یہ شرط لگائیں کہ

Scanned by CamScanner

اس وقف کے موقوف علیہم وہ لوگ ہوں گے جو اس فنڈ کے رکن ہوں گے چونکہ یہ شرط لگانا کسی شرعی اصول سے متصادم نہیں، اس لئے اسے ناجائز کہنے کی کوئی وجہ یا دلیل موجود نہیں یہ ایسا ہے جیسا کہ عام طور پر مختلف برادریوں میں اس طرح فنڈز بنائے جاتے ہیں، لہذا اس کو عقدِ معاوضہ کہنا درست نہیں، عقدِ معاوضہ اس وقت ہوتا کہ چندہ کمپنی مالکان کو دیا جاتا، کمپنی مالکان اس چندہ کے مالک بنتے اور پھر کمپنی مالکان نقصان کی تلافی کرتے۔

اشکالِ سوم

جو کہ دوسرے اشکال ہی کی بنیاد پر ہے کہ ''زیادہ پریمیم دینے والے کے لئے زیادہ نقصان کی تلافی ہونا اور کم پریمیم والے کے لئے کم نقصان کی تلافی ہونا اسے عقدِ معاوضہ بنادیتی ہے''۔

جواب

اس کے جواب کی بنیاد بھی وہی ہے جو دوسرے اشکال کے جواب میں ذکر کی گئی کہ یہ کم یا زیادہ ملنا وقف کے قواعد کی وجہ سے ہے نہ کہ چندہ دہندگان کے کم یا زیادہ پریمیم دینے کی وجہ سے۔ اور یہی جواب دسمبر ۲۰۰۲ء دارالعلوم میں ہونے والے علماءِ کرام کے اجلاس میں بھی دیا گیا جو احقر نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۴، ۱۰۵ پر بھی ذکر کیا ہے۔

وضاحت

احقر کی کتاب ''تکافل'' کے ص ۱۱۴ پر یہ عبارت ہے:

اصولی طور پر اس مرحلے پر بھی دو عقد ہوتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

۱) امانت کا عقد جس کی وجہ سے پالیسی ہولڈر کی رقم کمپنی کے پاس (یا وقف فنڈ کے پاس) بطور امانت آجاتی ہے۔

اس پر آپ نے یہ فرمایا کہ اس سے پہلے تو مؤلف یہ کہہ چکا ہے کہ یہ رقم وقف کی ملکیت ہوتی ہے، اب اسے امانت کہنا کیسے صحیح ہوگا، آپ کا یہ اشکال جنرل تکافل کی حد تک بجا ہے، جس کے لئے عبارت میں تبدیلی کی گئی ہے، جو ذیل میں ہے، لیکن فیملی تکافل کے لحاظ سے مذکورہ عبارت درست ہے، کیونکہ فیملی تکافل میں کمپنی فنڈ کی بھی امین ہے اور پالیسی ہولڈرز کی بھی امین ہے، اس لئے کہ فیملی میں دو فنڈز ہوتے ہیں، وقف فنڈ جسے پی ٹی ایف کہتے ہیں اور انوسٹمنٹ اکاونٹ جسے پی آئی اے کہتے ہیں، اس فنڈ میں جو رقوم ہوتی ہیں یا ان پر جو حاصل شدہ نفع ہوتا ہے، وہ پالیسی ہولڈرز ہی کی ملکیت ہوتی ہے، وقف کی ملکیت نہیں ہوتی۔

۱) امانت کا عقد جس کی وجہ سے پالیسی ہولڈرز کی دی ہوئی وقف فنڈ میں موجود رقم کمپنی کے پاس بطور امانت ہوجاتی ہے کیونکہ کمپنی اس فنڈ کی متولی اور امین ہوتی ہے۔

اشکالِ چہارم

آپ کا چوتھا اشکال یہ کہ ''کمپنی وقف فنڈ کی مضارب نہیں بن سکتی''، جس کی دلیل آپ نے یہ بیان فرمائی '' کیونکہ فقہاءِ کرام نے متولی وقف کو صرف اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ مالِ وقف کو اجرت پر دے، مالِ وقف کو مضاربت پر دینے کی اجازت منقول نہیں۔ نیز آپ یہ سمجھ رہے ہیں اس طرح کمپنی خود ہی رب المال اور خود ہی مضارب بنتی ہے۔

Scanned by CamScanner

جواب

یہ بات صحیح ہے کہ فقہاء کرام نے متولی وقف کو صرف اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ مالِ وقف کو اجرت پر دے، مالِ وقف کو مضاربت پر دینے کی اجازت منقول نہیں، لیکن منع بھی تو منقول نہیں۔

آپ کا کہنا یہ ہے کہ مضاربت کو اجارہ پر قیاس کرنا درست نہیں جس کی وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ ''شئی مستاجر غصب ہو جائے یا متولی وقف خود اجرت پر لے تو اجرتِ مثل دینی پڑتی ہے جبکہ مضاربت میں ایسا نہیں ہوتا'' جس کا حاصل یہ ہے کہ اجرت میں وقف کا نقصان نہیں ہوتا جبکہ مضاربت میں نقصان ہوسکتا ہے۔

یہ فرق اگرچہ قابلِ لحاظ ہے لیکن مضاربت کی صورت میں نقصان وقف کا احتمال تو اس صورت میں اور زیادہ رہتا ہے جہاں مضارب ناظر یا متولی نہ ہو، بلکہ کوئی اور شخص ہو، حالانکہ اس کو فقہاء کرامؒ نے صراحۃً جائز قرار دیا ہے، تو جب دوسرے کو مضارب بنا کر مالِ وقف کو مضاربت پر دینے کی اجازت ہے تو ہماری صورت میں بدرجہ اولیٰ ہوگی، نیز اس معاملے کو اگر اس نظر سے دیکھا جائے کہ مضاربت اور اجارہ دونوں آمدنی کے ذرائع ہیں جس سے وقف کا فائدہ ہوتا ہے تو جہاں رقم ڈوبنے کا اندیشہ نہ ہو وہاں وقف کی اشیاء ومملوکات سے نفع حاصل کرنے کی گنجائش ہونی چاہئے، خصوصاً جبکہ وقف یا اس کے مملوکات ایسی چیزیں ہوں کہ انہیں کرایہ پر دینا ممکن نہ ہو جیسے نقد روپیہ تو ایسی صورت میں مضاربت پر مال دینے کی گنجائش ہوگی۔

کما هو مذکور فی الشامیة.

(قوله ولا من يقبله مضاربة الخ) فی البحر عن جامع الفصولين انما يملك القاضی اقراضه اذا لم يجد

Scanned by CamScanner

مایشتریه له یکون غلة للیتیم لا لو وجده او وجد من یضارب لأنه أنفع اه أی انفع للاقراض وما قیل أن مال المضاربة امانة غیر مضمون ، فیکون الاقراض اولیٰ فهو مدفوع بأن المضاربة فیها ربح بخلاف القرض . [ج:٤، ص:٤٨٧، مطلب للقاضی اقراض مال الیتیم نحوه]

جہاں تک اس خیال کا تعلق ہے کہ اس سے کمپنی خود ہی رب المال اور خود ہی مضارب بنتی ہے، یہ درست نہیں بلکہ اس صورت میں وقف فنڈ کا پول جو کہ شخصِ قانونی ہے وہ رب المال ہوتا ہے اور کمپنی مضارب ہوتی ہے، لہٰذا جس خرابی کی وجہ سے آپ اسے ناجائز سمجھتے ہیں وہ یہاں موجود نہیں تاہم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے اس صورت کے جائز ہونے پر جزم نہیں فرمایا بلکہ صرف اپنی رائے پیش فرمائی ہے اور اس رائے پر عدمِ اطمینان کی صورت میں دوسرا متبادل پیش فرمایا ہے جیسا کہ حضرت مدظلہم آگے لکھتے ہیں:

ولئن كان هناك شك فی جمع الشركة بين تولية الوقف بين المضاربة الخ

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت نے اولاً اجارے پر قیاس کرتے ہوئے اس کی گنجائش سمجھی تاہم عدمِ اطمینان کی صورت میں ایسا متبادل پیش فرمایا جس میں مذکورہ خرابی نہیں۔ البتہ یہ واضح رہے کہ آج کل اکثر تکافل کمپنیاں حضرت کے مقالہ میں ذکر کردہ صورتوں کی بجائے ''وکالۃ بالاستثمار'' کی بنیاد پر کام کرتی ہیں جس میں تکافل کمپنی فنڈ کے وکیل کی حیثیت سے تجارت کرتی ہے اور اس کی وجہ سے ایک مخصوص فیس وصول کرتی ہے۔ لہٰذا ایسی پریکٹس پر تو یہ اشکال وارد ہی نہیں ہوتا۔

Scanned by CamScanner

ایک ممکنہ اشکال

وقف النقود میں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ جو پیسہ واقفین نے دیا ہے وہ پیسہ بعینہٖ باقی رہنا ناممکن ہے، جبکہ وقف کی صحت کے لئے وقف کے عین باقی رہنا ضروری ہے۔

جواب

اس کا جواب علامہ شامی رحمہ اللہ نے دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نقد اور عام شئی منقول میں فرق ہے، اور وہ یہ کہ نقود تعیین سے متعین نہیں ہوتے لہذا ان کا بدل ان نقود کا قائم مقام سمجھا جائیگا اور یہ سمجھا جائے کہ عین باقی ہے۔ کما قال:

قلت: وان الدراهمْ لاتتعين بالتعيين فهي وان كانت لاينتفع بها مع بقاء عينها لكن بدلها قائم مقامها لعدم تعينها فكانها باقية الخ [رد المحتار ، كتاب الوقف ، مطلب في وقف المنقول قصداً]

ان کا عین باقی نہیں رہے گا بلکہ ان کا بدل باقی رہے گا جو ان نقود کا قائم مقام سمجھا جائے گا، بطور نمونہ درج ذیل عبارات ملاحظہ فرمائیں:

فی فتح القدير (٦/١٩):

وعن الانصارى وكان من اصحاب فمن وقف الدراهم أو الطعام أو ما يكال أو يوزن أيجوز ذلك؟ قال نعم: قيل: وكيف؟ قال: يدفع الدراهم مضاربة ثم يتصدق بها فى الوجه الذى وقف عليه.

Scanned by CamScanner

في المحيط البرهاني كتاب الوقف ، الفصل الثالث ج:٨،ص:٣٠٥

وعن الأنصاري وكان من أصحاب زفر : اذا وقف الدراهم او الطعام أو مايكال أو يوزون ، أنه يجوز ويدفع الدراهم مضاربة .

اشکالِ پنجم

تکافل کمپنی کی پالیسی کی ایک شق پر اعتراض کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اس کے مطابق حاصل شدہ پالیسی ختم ہونے کی صورت جمع شدہ رقم مل جاتی ہے، جو جائز نہیں کیونکہ یہ مملوک وقف ہو چکی ہے۔

جواب

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ یہ دفعہ ظاہر نظر میں شرعی اعتبار قابلِ اشکال تھا، اب اس کی عبارت میں تبدیلی کی گئی ہے، بعض صورتوں میں تو یہ رقم واپس نہیں کی جاتی ، اور بعض صورتوں میں کمپنی اپنے ذاتی فنڈ سے دیتی ہے وقف فنڈ سے نہیں دیتی ، اور بعض صورتوں میں وقف کی شرائط کے تحت یہ رقم واپس دی جاتی ہے، اور واقف کی شرط کا قابلِ اعتبار ہونا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم

Scanned by CamScanner

ضمیمہ نمبر۲

قراردادِ اجلاس متعلقہ تکافل

اس کتاب میں مختلف مقامات پر تکافل کے سلسلے میں دارالعلوم کراچی میں ہونے والے اجتماع کا ذکر ہے اور بعض جگہ اس میں طے پانی والی قرارداد کے مسودہ کے کچھ اقتباسات بھی نقل کیئے گے ہیں۔ یہ مسودہ الگ سے شائع نہیں ہوا۔ قارئین کی خواہش پر اسے کتاب کے آخر میں شامل کیا جارہا ہے۔

نحمده ونصلي على رسوله الكريم سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين

امابعد!

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبۂ مرکز الاقتصاد الاسلامی کی دعوت پر پاکستان، بنگلہ دیش اور شام کے اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ حضرات کا اہم اجتماع بتاریخ ۲۱،۲۲ شوال ۱۴۲۳ھ بروز جمعرات، جمعہ مطابق ۲۶، ۲۷ دسمبر ۲۰۰۲ء جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء کے ہال میں بیمہ کے متبادل نظام ''تکافل'' پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا جس میں درج ذیل علماء کرام اور ماہرین معاشیات نے شرکت کی۔

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم	جامعہ دارالعلوم کراچی
(۲) الشیخ عبدالستار ابوغدہ حفظہ اللہ	شام
(۳) حضرت مولانا مفتی عبیدالحق صاحب مدظلہم	بنگلہ دیش
(۴) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم	جامعہ دارالعلوم کراچی
(۵) حضرت مولانا مفتی اظہارالاسلام صاحب مدظلہم	بنگلہ دیش

Scanned by CamScanner

(۶) حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب مدظلہم — بنگلہ دیش

(۷) حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب مدظلہم — جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی

(۸) حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم — جامعہ خیرالمدارس ملتان

(۹) حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم — جامعہ دارالعلوم کراچی

(۱۰) حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم — جامعہ دارالعلوم کراچی

(۱۱) حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہم — دارالافتاء والارشاد کراچی

(۱۲) حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مدظلہم — جامعہ دارالعلوم کراچی

(۱۳) حضرت مولانا مفتی ابولبابہ صاحب مدظلہم — دارالافتاء والارشاد کراچی

(۱۴) حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب مدظلہم — جامعہ دارالعلوم کراچی

(۱۵) حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہم — جامعہ حقانیہ ساہیوال

(۱۶) حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب مدظلہم — جامعہ اشرف المدارس کراچی

(۱۷) حضرت مولانا مفتی عبدالباری صاحب مدظلہم — جامعہ فاروقیہ کراچی

(۱۸) حضرت مولانا مفتی رضوان احمد صاحب مدظلہم — ادارہ غفران اسلام آباد

(۱۹) حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب مدظلہم — جامعہ دارالعلوم کراچی

(۲۰) حضرت مولانا مفتی محمد صاحب مدظلہم — دارالافتاء والارشاد کراچی

(۲۱) حضرت مولانا مفتی مخلص الرحمٰن صاحب مدظلہم — بنگلہ دیش

(۲۲) حضرت مولانا مفتی میزان الرحمٰن صاحب مدظلہ — بنگلہ دیش

(۲۳) جناب کمال الدین ظفری صاحب مدظلہم — بنگلہ دیش

(۲۴) حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہم — جامعہ دارالعلوم کراچی

Scanned by CamScanner

(۲۵) حضرت مولانا ڈاکٹر زبیر اشرف عثمانی صاحب مدظلہم — جامعہ دارالعلوم کراچی

(۲۶) حضرت مولانا ڈاکٹر عمران اشرف عثمانی صاحب مدظلہم — جامعہ دارالعلوم کراچی

(۲۷) جناب سید محمد حسین صاحب — سید حسین اینڈ کو کراچی

(۲۸) جناب عبدالرحیم صاحب — سیدات حیدر اینڈ کمپنی

مجلس کے علماء کرام نے مروجہ انشورنس کمپنیوں کے متبادل نظام ''شرکۃ التکافل'' پر غور کیا، جس کی عملی صورت بنگلہ دیش، شرقِ اوسط اور ملائیشیا کی بعض کمپنیوں نے اختیار کی ہے۔ اس متبادل طریقہ کار پر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے ''شرکات التکافل پر چند اشکالات'' کے نام سے جو تحریر اہل علم کے مطالعہ کے لئے ارسال کی تھی اسے مجلس میں پڑھا گیا اور ان اشکالات کا جائزہ لیا گیا۔

مجلس کے آغاز میں مہمان عرب عالمِ دین اور متعدد مالیاتی اداروں کے شرعی امور کے نگران جناب شیخ عبدالستار ابوغدہ نے مغربی بیمہ کمپنیوں کی تاریخ کا اجمالی جائزہ پیش کیا اور اب اسلامی ممالک میں جو تکافل کمپنیاں کام کررہی ہیں ان کے طریقہ کار پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ بعد میں شرکاء مجلس کے بعض سوالات وشبہات کے جوابات دیئے۔

اس کے بعد متعدد اہل مجلس نے اپنی آراء بیان فرمائیں اور طویل بحث کے بعد مجلس نے یہ طے کیا کہ اس وقت اسلامی ممالک میں جو تکافل کمپنیاں اسلامی اصولوں کے مطابق کام کررہی ہیں یا کام کرنا چاہتی ہیں ان سب کی بنیاد ''حملۃ الوثائق'' (پالیسی ہولڈرز یا بالفاظ دیگر پریمیم قسط اداکنندگان) کی طرف سے ''تبرع'' پر رکھی گئی ہے اور اس تبرع کی بنیاد پر وہ اپنے متوقع مالی خطرات کا ازالہ کرتے ہیں۔ مجلس نے محسوس کیا کہ وقف کے بغیر تبرع کی بنیاد پر تکافل کمپنیوں کے

Scanned by CamScanner

قیام میں متعدد اشکالات ہیں۔ شیخ عبدالستار ابوغدہ اور دوسرے عرب علماء نے اگرچہ ان اشکالات کے اپنے اپنے طور پر جوابات دیئے ہیں لیکن مجلس کو خیال ہوا کہ اس مسئلہ میں مزید تحقیق کی ضرورت ہوگی۔ اگر فی الحال ترجیحاً ان کمپنیوں کی بنیاد تبرع کے بجائے وقف پر رکھی جائے تو اس قسم کے اشکالات سے حفاظت ہوسکتی ہے۔

اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ ۱۳۸۴ھ میں مجلس تحقیق مسائل حاضرہ نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا ولی حسن رحمہم اللہ اور دیگر اکابر کی سرپرستی میں بیمۂ زندگی کے متبادل کے طور پر جو نظام تجویز کیا تھا اس کی بنیاد بھی وقف اور مضاربت پر رکھی گئی تھی (دیکھئے بیمۂ زندگی مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ، ص:۲۵)

ان جلیل القدر اکابر کی تجویز کردہ بنیاد ''وقف'' پر اگر تکافل کمپنی قائم کی جائے تو نسبتاً اشکالات کم پیش آئیں گے، لہذا مجلس نے تبرع کے مقابلہ میں وقف کی بنیادوں پر شرکۃ التکافل کے قیام کی صورت کو ترجیح دی جس میں اولاً مساہمین (شیئر ہولڈرز یعنی تکافل کمپنی حصہ داران) اپنے طور پر اصول ثابتہ (اموال غیر منقولہ) یا نقود یا دونوں کو شرعی اصول وضوابط کے مطابق وقف کریں گے جنہیں محفوظ رکھا جائے گا اور ان کے لئے آخری جہت ''قربت'' یعنی فقراء اور مساکین پر تصدق ہوگی پھر حملۃ الوثائق (پالیسی ہولڈرز) اس وقف میں جو رقوم دیں گے یا وقف کے جتنے منافع یا زوائد ہوں گے وہ سب وقف کے مملوک ہوں گے اور وقف کو وقف کے طے شدہ اصول وضوابط کے مطابق ان مملوکات ومنافع میں تصرف کا مکمل اختیار ہوگا۔

اس اصول کے طے ہونے کے بعد حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے تین اشکالات پر غور کیا گیا۔ نمبر وار اشکالات کے جوابات یہ طے کئے گئے:

Scanned by CamScanner

(۱)

(الف)......مساھمین تکافل فنڈ سے فنڈ کے انتظام وانصرام کی اجرت درج ذیل شرائط کے ساتھ وصول کر سکتے ہیں۔

۱) یہ اجرت فنڈ سے ادا کی جائے کیونکہ یہ لوگ فنڈ کے اجیر ہیں نہ کہ حملۃ الوثائق کے۔

۲) اس اجرت کا متعین ہونا ضروری ہے خواہ وہ تعیین رقم کی صورت میں ہو یا حصۂ متناسبہ کی صورت میں۔

۳) یہ بھی ضروری ہے کہ یہ اجرت اعمالِ مضاربت سے خارج کسی اور عمل پر ہو۔

(ب)......اگر وقف کے متولیین (یعنی شرکۃ التکافل) شرعی حدود میں وقف کیلئے مضاربت کی خدمات انجام دیں تو وہ مضاربت کے طور پر ہونے والے نفع کے متناسب متعین حصہ کے بھی حقدار ہو سکتے ہیں مگر اس کے لئے دو شرائط ہیں:

اَ۔ مضاربت اور اجارہ کی حدود علیحدہ علیحدہ واضح طور پر متعین ہوں تاکہ اجارہ کے طور پر وہ صرف متعین اجرت کے حقدار ہوں اور مضاربت کے طور پر ہونے والے نفع میں سے حصہ متناسبہ کا حق رکھیں۔

۲۔ ھیئۃ الرقابۃ الشریعہ سے مضاربت کی باقاعدہ اجازت لے لی جائے۔

(۲)

حملۃ الوثائق (پالیسی ہولڈرز) جو کچھ تبرع کی بنیاد پر وقف کو دیں اس میں کمی یا زیادتی کی بنیاد پر کم یا زیادہ نقصان کی تلافی کا اگر حملۃ الوثائق کو قانونی حق نہ

Scanned by CamScanner

ہو بلکہ وقف کی طرف سے محض وعدہ کی حیثیت ہو تو اس میں بظاہر شبہ کی کوئی بات نہیں ہے۔

اگر تبرع کی کمی اور زیادتی کی بنیاد پر تلافی نقصان کی کمی اور زیادتی حملۃ الوثائق کا قانونی حق ہو تو اس میں مجلس کے بعض شرکاء کی رائے یہ تھی کہ یہ صورت جائز نہیں کیونکہ یہ صورت عقدِ معاوضہ میں داخل ہوگی اور یہ بعینہ وہی صورت ہے جو بیمہ کمپنیوں میں فی الحال رائج ہے لیکن مجلس کے اکثر شرکاء کی رائے یہ تھی کہ حملۃ الوثائق کے قانونی حق بننے کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ حامل وثیقہ اس بنیاد پر اپنے قانونی حق کا دعویٰ کرے کہ اس نے فلاں وقت میں وقف فنڈ کو اتنی رقم دے کر اس سے نقصان کی تلافی کا معاہدہ کیا تھا لہذا اب اس کے اتنے نقصان کی تلافی کرنا وقف کے ذمہ لازم ہے یہ صورت یقیناً ناجائز ہے کیونکہ یہ بات اسے عقودِ معاوضہ میں داخل کر کے اس میں ربا اور غرر کی خرابیاں پیدا کر دے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حاملِ وثیقہ اپنے سابقہ تبرع کی بنیاد پر اپنے نقصان کی تلافی کا دعویٰ نہ کرے بلکہ وقف کے اپنے طے شدہ قواعد وضوابط کو بنیاد بنا کر اس بات کا دعویٰ کرے کہ ان قواعد وضوابط کی بنیاد پر وقف کی طرف سے تلافی نقصان کا حقدار ہوں۔ مجلس کے اکثر شرکاء کی رائے یہ ہے کہ حامل وثیقہ شرعاً اپنا یہ حق استعمال کر سکتا ہے اور اس کا یہ قانونی حق اس صورت کو عقد معاوضہ میں داخل نہیں کرتا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی کتاب اسلام کے نظامِ اراضی (ص:۱۴٦، ۱۴۷) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عطاء مستقل کے لئے سابقہ ضرر کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

اس پر بعض حضرات کو ایک اشکال ہے ۔ یہ اشکال اور اس کا جواب جو حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم نے تحریر فرمایا ہے، آگے آرہا ہے۔

(۳)

رائج الوقت اعادۃ التامین میں جہاں پورے پریمیم کے ڈوبنے کا خطرہ ہو، وہاں غرر کے علاوہ قمار کی خرابی بھی پائی جاتی ہے اور جہاں پریمیم ڈوبنے کا ڈر نہ ہو وہاں غرر ہونا تو بہر حال طے ہے اور غرر بھی فاحش ہے لہذا محض اعادۃ التامین کی خاطر اس کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ درج ذیل صورتوں کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

۱)......اعادۃ التکافل کی کمپنیاں بھی شرعی بنیادوں پر قائم ہوں۔

۲)......تبرع کرنے والوں سے مزید تبرع کی درخواست کی جائے۔

۳)......تبرع کرنے والوں سے قرض لے کر فی الحال اس سے ادائیگیاں کی جائیں یا ان سے بطور مضاربت رقم لے کر سرمایہ کاری کی جائے اور حاصل ہونے والے نفع سے نقصانات کی تلافی کی جائے۔

۴)......احتیاطات میں رقم زیادہ رکھی جائے۔

۵)......وقف پر تلافی نقصان کی ذمہ داری نسبتاً کم رکھی جائے۔

۶)......اسلامی تکافل کمپنیاں آپس میں اعادۃ التکافل کی خدمات انجام دیں۔

ملحوظہ:

(۱)......مجلس میں شریک علماء کرام نے یہ بھی طے کیا کہ ہر تکافل کمپنی کے اندر مستند علماء کرام اور اہل فتویٰ حضرات پر مشتمل ایک ہیئۃ الرقابۃ الشریعۃ (شریعہ

Scanned by CamScanner

بورڈ) لازمی ہے جو کمپنی کے تمام معاہدات اور جملہ قابل ذکر امور کے شریعت کے مطابق ہونے کی نگرانی کرے گا۔

(۲)......مجلس نے یہ سفارش پیش کی کہ چونکہ مجلس کا طے شدہ تکافل کا نظام ''تبرع'' کے بجائے ''وقف'' پر قائم ہوا ہے اس لئے بیمہ کمپنیوں کی قدیم اصطلاحات میں تبدیلی کر کے انہیں بھی فقہ اسلامی کے مطابق کرنا مناسب ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

جب کوئی شخص پریمیم جمع کراتا ہے تو اس نیت سے کراتا ہے کہ بوقت نقصان زیادہ ملے گا۔ اور اس زیادت کے لئے وہ کمپنی کو مجبور بھی کر سکتا ہے اس کی توجیہ حضرت نے یہ فرمائی کہ دینا محض تبرع ہے اور لینا صندوق کے قوانین کے تحت ہے۔

حضرت کی توجیہ سے یہ عقد صریح قمار سے تو نکل گیا لیکن اس میں شبہ ربا ہے وہ اس طرح کہ دیتے وقت نیت یہ ہے کہ زیادہ ملے چاہے کسی قانون سے ہو اور ارشاد ہے کہ **ولا تمنن تستکثر وقال ابن عباس لاتعط عطية تلتمس بها افضل منها** اسی وجہ سے نیوتہ کو ناجائز کہا گیا ہے حالانکہ اس میں بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ دینا ایک مستقل عطیہ ہے اور جب دوسرا دیتا ہے تو وہ ایک مستقل عطیہ ہے لیکن چونکہ نیت لینے کی ہے اس لئے علامہ ابن عابدین نے اسکو قرض میں داخل فرمایا ہے۔

> فی التتارخانیه :وفی الفتاویٰ الخیریة سئل فیما یرسله الشخص الی غیره فی الأعراس ونحوها هل یکون حکمه حکم القرض فیلزمه الوفاء به ام لا؟ اجاب: ان کان العرف بانهم یدفعونه علی وجه البدل یلزم الوفاء به مثلیاً فبمثله وان قیمیا فبقیمته وان کان العرف خلاف

Scanned by CamScanner

ذلك بان كانوا يدفعونه على وجه الهبة ولا ينظرون فى ذلك الى اعطاء البدل فحكمه حكم الهبة ......والاصل فيه ان المعروف عرفا كالمشروط شرطاه۔

قلت: والعرف فى بلادنا مشترك نعم فى بعض القرىٰ يعدونه قرضاً حتى انهم فى كل وليمة يحضرون الخطيب يكتب لهم مايهدى فاذا جعل المهدى وليمة يراجع المهدى الدفتر فيهدى الاول الى الثانى مثل ما اهدى اليه ۔[ج:٥،ص:٦٩٦]

لہذا یہاں بھی جب دینا اس غرض سے ہے کہ واپس ملے گا اور وہ بھی زیادہ ملے گا تو ایک تو یہ اس آیت کی وعید میں داخل ہے اور کم از کم مکروہ ضرور ہوگا، اور دوسرا علامہ ابن عابدین کی توجیہ کے مطابق قرض میں داخل ہوجائیگا اور زیادت سود سے مشابہ ہوگی اور سود کے بارے میں یہ حکم ہے فدعوا الربا والريبة تو یہ کہیں ریبہ میں تو داخل نہیں؟

عن الحسين قال سمعت ابا معاذ يقول اخبرنا عبيد قال سمعت الضحاك يقول فى قوله وما آتيتم من ربا ليربو فى اموال الناس فهو ما تعاطى الناس بينهم ويتهادون يعطى الرجل العطية ليصيب منه افضل منها وهذا للناس عامة واما قوله ولاتمنن تستكثر فهذا للنبى خاصة لم يكن له ان يعطى الا الله ولم يكن يعطى ليعطى اكثر منه [قرطبى ،ج:٢١، ص:٤٦]

لیکن حاضرین کی اکثریت نے اس اشکال کا جواب یہ دیا کہ اس بات پر تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ واقف کوئی چیز وقف کرتے وقت اس سے خود نفع

Scanned by CamScanner

اٹھانے کی نیت کرے بلکہ وقف نامے میں اپنے انتفاع کی باقاعدہ شرط لگائے، تو اس کی اجازت ہے جس کی دلیل حدیث معروف ہے: "یکون دلوہ فیھا کدلاء المسلمین "(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ وقف کے احکام انفرادی ہدایا سے مختلف ہیں اور اس کی وجہ واضح ہے کہ وقف کا موضوع لہ ہی موقوف علیہم کو فائدہ پہنچانا ہے، لہذا اگر واقف وقف سے فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ وقف کے موضوع لہ میں داخل ہونے کی بناء پر اس سے فائدہ اٹھاتا ہے چنانچہ وقف کی صورت میں چندہ دینے والا اگر وقف سے فائدہ اٹھائے تو وقف کے قواعد وضوابط کے مطابق فائدہ اٹھائے گا۔ اگر وقف کے قواعد وضوابط کے مطابق وہ مستحق قرار نہ پائے تو وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

نیوتہ میں کوئی وقف نہیں ہوتا اس میں "مہدی لہ" کا موضوع لہ بھی یہ نہیں ہے کہ وہ دوسروں کو ہدیہ دے، وہ دو افراد کا باہمی معاملہ ہے جس میں ہدیہ کا لوٹانا مشروط یا معروف ہو تو اس میں عقد معاوضہ ہونے کے سوا کوئی دوسرا احتمال نہیں ہے جبکہ دوسری طرف وقف کو چندہ دینا ایک مستقل معاملہ ہے اور وقف کے قواعد کے مطابق چندہ دینے والے کا استحقاقِ انتفاع بالکل دوسرا معاملہ۔ اس لئے وقف کے معاملہ کو نیوتہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب المساقات، باب فی الشرب، ایضاً فیہ کتاب الوصایا، باب اذا وقف ارضاً او بئراً واشتراط لنفسہ مثل دلاء المسلمین، وجامع الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب عثمان ابن عفان، "فیجعل دلوہ مع دلاء المسلمین" کذا فی النسائی، کتاب الاحباس، باب وقف المساجد، وفی مسند احمد بن حنبل (۱/۷۵) فیکون دلوہ فیھا کدلیٔ المسلمین.

Scanned by CamScanner

قال عثمان رضی اللہ عنہ

إنّكم إلى إمام فعال أحوج منكم إلى إمام قوال

(تفسیر القرطبی ۱۸:۱۱۵)

اسلامی بینکاری

ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

ناشر

ادارہ اسلامیات کراچی ، لاہور

Scanned by CamScanner

يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل (البقرة)

اسلامی بینکاری
اور
غرر (Uncertainty)

تالیف

ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی

استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

ناشر

ادارہ اسلامیات کراچی ، لاہور

Scanned by CamScanner

اسلامی بینکوں میں رائج

اجارہ

ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی
استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

ناشر
ادارہ اسلامیات کراچی، لاہور

Scanned by CamScanner

ادارہ اسلامیات

پبلشرز — بک سیلرز — ایکسپورٹرز

موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی ـــــــ فون: ۲۷۲۲۴۰۱
۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان ـــــــ فون: ۷۲۳۳۹۹۱، ۷۳۵۳۲۵۵
دینا ناتھ مینشن مال روڈ، لاہور ـــــــ فون: ۷۳۲۴۴۱۲، فیکس: ۷۳۲۴۷۸۵ ۴۲ ۹۲

E mail:islamiat@lcci.org.pk——idara@brain.net.pk

Designed By Luminar Graphics. Ph 021-2727728